احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیرالاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جون 2020ء

تقویٰ کی ابتداء کیسے ہوتی ہے؟

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری
کا علمی، تربیتی اور روحانی خصوصی خطاب

صحیح البخاری و اِحیاء علوم الدین سے اِصلاحِ اَحوال اور
آدابِ زندگی کے موضوعات پر مشتمل 40 روزہ

حلقات التربیۃ

شیخ الاسلام کے خصوصی خطابات

انصاف کیلئے مظلوم، انصاف کے ایوانوں کی طرف دیکھ رہے ہیں

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے 6 سال

ظلم کے خلاف احتجاج کرنے والے پابندِ سلاسل، قاتل دندناتے پھر رہے ہیں

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد: 34 | شمارہ: 5 | شوال/ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ | جون 2020ء

بفیضان نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیر نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

حسن ترتیب

اداریہ: سانحہ ماڈل ٹاؤن: چھٹی برسی.....ظلم اور صبر کی دو انتہائیں	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: تقویٰ کی ابتداء کیسے ہوتی ہے؟	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
دورۂ علوم الحدیث	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	13
الفقہ: بلائیں، وبائیں اور دعائیں	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	17
سانحہ ماڈل ٹاؤن کے 6 سال	نعیم الدین چودھری ایڈووکیٹ	20
حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ	خصوصی مضمون	26
حلقات التربیۃ: اصلاحِ احوال اور آدابِ زندگی	محمد فاروق رانا	30
ایام خلوت اور ہماری زندگی: شیخ الاسلام کے خطابات	محمد فاروق رانا	35
پُرجی زبان میں شیخ الاسلام کی خدمات پر خوبصورت تحریر	رعنا یاسمین خان	38
خدمتِ علمِ حدیث اور شیخ الاسلام	شیخ نورالحسن حفیظی	40
MSM: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا خطاب	محمد احسان اللہ سنبل	42
اسلامک فنانس ورچوئل فورم: ڈاکٹر حسین محی الدین کا خطاب	رمیض حسین	44
اے انسان تو اب بھی اپنے رب کو کارساز مان لے	ڈاکٹر علی اکبر الازہری	46
MWF کے زیرِ اہتمام کورونا ریلیف سرگرمیاں	رپورٹ	48

چیف ایڈیٹر نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد رفیق نجم

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم
جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصراللہ معینی
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر محمد اشفاق انجم | گرافکس عبدالسلام
خطاطی محمد اکرم قادری | عکاسی قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبر شپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے | سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطیٰ جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

رحمت تری پہ میرا بھی حق ہے، مرے خدا
گندم مرے بھی سوکھے ہوئے کھیت میں اگا
آسودگی کے لمحوں کو اذنِ سفر ملے
صدقہ مجھے بھی سیدِ عالمؐ کا کر عطا
ہاتھوں میں دے کدال مگر ربِ کائنات
اٹھے ترے کرم کی افق سے ابھی گھٹا
دامانِ آرزو میں سجا موتیوں کے ہار
محرومیوں کے نقش در و بام سے مٹا
قاصد کی راہ دیکھتا رہتا ہوں رات دن
بھولا نہیں کبھی مجھے طیبہ کا راستا
یارب! گھرا ہوا ہوں مصائب کے درمیاں
تو ہی کڑے دنوں میں بھی دیتا ہے حوصلہ
چاروں طرف مہیب چٹانیں ہیں بھوک کی
ناکامیوں کا دور تک پھیلا ہے سلسلہ
اشکوں سے ہے بھرا ہوا کشکولِ آرزو
سکے کرم کے عرشِ معلیٰ سے بھی گرا
مٹی کے ہی کھلونے ہوں بچوں کے ہاتھ میں
سوئے ہوئے نصیب غریبوں کے بھی جگا
رہ رہ کے دیکھتا ہوں ترے آسمان کو
کشتی کے اردگرد ہیں گردابِ ابتلا
جھوٹے خدا کھڑے ہیں جھروکوں میں آج بھی
زنجیرِ عدل قصر انا کی کبھی گرا
ہیں کربلائے عصر کے گردو غبار میں
آسودگی کے دن میرے بچوں کو بھی دکھا
یارب! ہے امتحان کے قابل کہاں، ریاضؔ
اس کو تُو اپنے فضل و کرم کا دے آسرا

(ریاضؔ حسین چودھری)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

درود نکہتِ جاں، اہتمامِ سیرت ہے
سرودِ ارض و سما، نغمۂ مشیّت ہے

صراطِ بخششِ امت، کلیدِ جنت ہے
''حضورؐ آپ کا اسوہ جہانِ رحمت ہے''

درِ حبیب پہ بہتے ہیں کوثر و تسنیم
دیارِ حسنِ نبیؐ جنتوں کی جنت ہے

یہ جھلملاتا ہوا چشمِ نم میں انؐ کا نام
یہ کہکشاں سی لبِ عشق کی عبارت ہے

ادب کے نور سے روشن ہو حرف کا باطن
یہ بات لہجۂ جبریل کی عنایت ہے

یہ کیا ہوا ہے اُحد بھی بہت اداس ہے آج
حضورؐ دردِ ادب، بے بسی ہے، امت ہے

حضورؐ زہر بپا ہے فضائے عالم میں
حضورؐ ایک بھی کاندھا نہیں ہے، میّت ہے

درِ شفا پہ رسائی کا اذن فرمائیں
حضورؐ پھیلی ہوئی ہر طرف علالت ہے

ثنا کی وادی میں رقصاں ہے فصلِ گل کا شباب
فضائے نور ہے، قرآن کی تلاوت ہے

وفورِ عجز مری کاوشِ ثنا ہے عزیزؔ
بدن میں کانپتا ساون وفورِ مدحت ہے

(شیخ عبدالعزیز دباغ: نائب ناظم اعلیٰ ریسرچ)

اداریہ

سانحہ ماڈل ٹاؤن ......چھٹی برسی......ظلم اور صبر کی دو انتہائیں

17 جون 2014ء کو شہدائے ماڈل ٹاؤن کی چھٹی برسی منائی جارہی ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ 17 جون 2014ء کے دن پاکستان میں قانون اور انصاف کی لاشیں گری تھیں جو 6 سال کے بعد بھی بے گور وکفن پڑی ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی بے انصافی اجتماعی ضمیر پر سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے، مظلوموں کو انصاف دینے کے حوالے سے ہر طرف ایک پراسراری خاموشی، بے بسی اور بے حسی ہے۔ ریاست کے سب سے بڑے منصف اور سب سے بڑے عہدیدار مظلوموں کو متعدد بار برق رفتار انصاف فراہم کرنے کے اعلانات کر چکے مگر انصاف کا پہیہ گھومنے کے بجائے مزید سست روی کا شکار ہوتا رہا، ہر دو سال کے بعد سانحہ ماڈل ٹاؤن کے کیسز میں ہونے والی پیشرفت کو ریورس گیئر لگ جاتا ہے یا لگا دیا جاتا ہے اور یوں 6 سال کے بعد بھی سانحہ ماڈل ٹاؤن کا کیس وہیں کھڑا ہے جہاں سے چلا تھا۔

سانحہ بلدیہ ٹاؤن کراچی ہو، سانحہ ساہیوال یا سانحہ کارساز، کسی سانحہ کی سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس سے کوئی مماثلت نہیں ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے علاوہ جتنے بھی سانحات ہوئے ان کے پس پردہ بھتہ، انفرادی سطح پر اختیارات کا ناجائز استعمال، لالچ اور خوف کارفرما نظر آتا ہے مگر سانحہ ماڈل ٹاؤن ملکی تاریخ کا ایک ایسا بھیانک سانحہ ہے جس کی پیشگی منصوبہ بندی کی گئی اور اس میں اس وقت کی اہم حکومتی شخصیات اور ادارے آن بورڈ تھے اور ایک احکامات کا تسلسل نظر آتا ہے، حکم دینے والے بھی نظر آتے ہیں اور ان احکامات پر عملدرآمد کرنے والے بھی موجود ہیں۔ اس وقت کے وزیراعلیٰ بلکہ قاتل اعلیٰ پنجاب کی درخواست پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن قائم کیا گیا تھا جو جسٹس باقر نجفی کمیشن کے نام سے مشہور ہوا، اس کمیشن نے اپنی فائنڈنگز میں لکھا کہ پولیس نے وہی کیا جس کا اسے مینڈیٹ دیا گیا تھا اور کوئی سچ بتانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اوپر سے لے کر نیچے تک ایک پراسراری خاموشی ہے، بدقسمتی سے یہ پراسراری خاموشی انصاف کے مراحل کے درمیان تاحال موجود ہے۔ مظلوموں اور ثبوتوں کے سوا باقی سب خاموش ہیں۔ پاکستان عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کے غیور کارکنان اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے جرأت مند ورثاء نے جھکنے اور بکنے سے انکار کر کے اس کیس کو زندہ رکھا ہوا ہے اور یہ کیس نظامِ انصاف کے گلے کی ہڈی بنا ہوا ہے۔

تحریک کے کارکنان اور اس کے قائدین انصاف کے لئے آج بھی پرعزم ہیں اور وہ انصاف محض بیانات کے ذریعے نہیں مانگ رہے بلکہ گزرے ہوئے چھ سالوں کا ہر دن انہوں نے مختلف عدالتوں میں گزارا اور گزار رہے ہیں۔ بہت تھوڑے لوگ اس بات سے آگاہ ہیں کہ قائد تحریک منہاج القرآن ڈاکٹر محمد طاہرالقادری روزانہ کی بنیاد پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کی مانیٹرنگ کر رہے ہیں، صرف کیس کی ہی نہیں بلکہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی نگہداشت بھی کر رہے ہیں۔ ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت، شادی، غمی، یہاں تک کہ ورثاء کی سفارش پر عزیز و اقارب کا بھی خیال رکھا جارہا ہے۔ اخراجات لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ہیں، کفالت کے اخراجات بھی اور قانونی چارہ جوئی کے اخراجات بھی بذمہ تحریک ہیں اور جن کی براہ راست مانیٹرنگ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کر رہے ہیں۔

ان معلومات کا ذکر ہرگز ضروری نہیں تھا تاہم احوال سے ناواقف احباب کو یہ بتانا ضروری ہے کہ کرۂ ارض پر منہاج القرآن اور قائد تحریک منہاج القرآن کی شکل میں ایک ایسی ہستی موجود ہے جو کارکنوں کو محض سیاست کا ایموشن نہیں سمجھتی بلکہ کارکنوں کو اولاد سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح اولاد کے مسائل و معاملات سے والدین قطع تعلق نہیں ہو سکتے، اسی طرح پاکستان عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کے کارکنان کے معاملات سے بھی قائد تحریک منہاج القرآن لاتعلق نہیں رہ سکتے۔ الحمدللہ 6 سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اسیران اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے لبوں پر کوئی حرفِ

شکایت نہیں ہے۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے عظیم کارکنان کی قربانیوں کا کوئی مول نہیں ہے، یہ قربانیاں رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی، تاہم قائد تحریک کی اپنے کارکنان سے اظہارِ محبت کی کوئی دوسری مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ کارکنوں نے جانثاری اور تابعداری کا حق ادا کیا تو قیادت نے بھی وفاء شعاری کا حق ادا کیا لیکن ریاست پاکستان نے 1973ء کے آئین کے ذریعے اپنے شہری کو جان، مال کے تحفظ کی جو گارنٹی دی تھی اور اپنے شہری سے جو عہد کیا تھا وہ عہد پورا نہیں ہوا۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قاتلوں، منصوبہ سازوں، سہولت کاروں کو عبرتناک سزائیں ملنے سے ہی اس بات کا فیصلہ ہوگا کہ پاکستان میں آئین و قانون بالادست ہیں یا اختیارات کے نشے میں بدمست دولت مند اشرافیہ؟۔

یہ امر دلخراش ہے کہ 17 جون 2014ء کے سانحہ کے خلاف احتجاج کرنے والے 107 کارکنان جن کا تعلق بھکر، سرگودھا، خوشاب، شیخوپورہ، لاہور سمیت مختلف شہروں سے تھا انہیں پرامن احتجاج پر گرفتار کر لیا گیا، ان کے خلاف دہشتگردی کی دفعات کے تحت جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور پھر اسی قاتل پولیس کی طرف سے پیش کردہ جھوٹے ثبوتوں پر ان 107 کارکنان کو بتدریج پانچ سال، سات سال کی سزائیں سنا دی گئیں اور انہیں صوبہ کی مختلف جیلوں میں بند کر دیا گیا جبکہ دوسری طرف 14 شہریوں کو قتل کرنے والے پولیس افسران کے خلاف تمام تر ثبوت ہونے کے باوجود کسی ایک کو بھی آج کے دن تک سزا نہیں ملی، تمام کے تمام ترقیاں پا چکے ہیں اور ملزم ہونے کے باوجود پرکشش عہدوں پر موجود ہیں۔ جب تک قاتل ن لیگ برسراقتدار تھی تو ہم یہ سوچ کر صبر کر لیتے تھے کہ جب یہ قاتل ٹولہ اقتدار سے رخصت ہوں گے تو قاتل اپنے عبرتناک انجام سے دوچار ہوں گے مگر قاتل رخصت ہو چکے مگر مظلوموں کی آنکھوں میں آنسو اسی طرح موجود ہیں۔

وزیراعظم عمران خان بحیثیت اپوزیشن رہنماء متعدد بار منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ میں اپنے سینئر رہنماؤں کے ہمراہ تشریف لائے، انہوں نے شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء سے ملاقات بھی کی اور میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے اس موقف کو بار بار دہرایا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا کیس زیادہ دیر عدالتوں میں چلنے والا نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کے اندر اس کا فیصلہ ہو جانا چاہیے کیونکہ گولیاں چلنے کے خونی منظر میڈیا کے ذریعے پوری قوم نے براہ راست دیکھے ہیں، اب ان کی حکومت کو بھی دو سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے مگر انصاف کے عمل کی وہی رفتار ہے جو رفتار قاتل ن لیگ کے دور حکومت میں تھی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عمر بھر قوم اور کارکنان کو قانون کے احترام کا سبق پڑھایا وہ خود بھی قانون کے استاد رہے ہیں، انہوں نے نازک سے نازک مرحلہ کے دوران بھی کارکنان کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دی اور 6 سال کا ہر دن قانون کے احترام کے باعث صبر اور ضبط کے ساتھ انصاف مانگا اور مانگ رہے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا یہ موقف ہے کہ انصاف اس ملک کی عدلیہ نے دینا ہے، اس کے علاوہ اگر کوئی مقام ہے تو وہ یومِ حشر ہے، وہاں نہ کسی کا حوالہ کام آئے گا اور نہ کسی کی دولت اور عہدہ۔

ہم شہداء ماڈل ٹاؤن کی چھٹی برسی کے موقع پر ان کے ورثاء کے صبر، ضبط اور جرأت کو سلام پیش کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کی ظالم اشرافیہ کے خلاف حصولِ انصاف کے لئے ڈٹے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اسیران کے صبر اور قوتِ برداشت کو بھی سلام پیش کرتے ہیں کہ وہ ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں مگر ان کے لبوں پر کوئی حرفِ شکایت نہیں ہے۔ عیدالفطر سے قبل لاہور ہائیکورٹ نے 13 اسیران کی ضمانت منظور کی اور انہیں رہائی ملی، ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ اسیران کو بھی جلد رہائی ملے گی اور وہ سرخرو ہوں گے۔ 17 جون 2020ء کو شہدائے ماڈل ٹاؤن کی چھٹی برسی منائی جا رہی ہے، تمام تنظیمات اور کارکنان شہداء کے درجات کی بلندی کیلئے قرآن خوانی کریں اور حصولِ انصاف کے لئے سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا پر اپنی آواز بلند کریں، چھٹی برسی پر منہاج سائبر ایکٹیوسٹ کے اندرون اور بیرون ملک مقیم ممبران شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی بطور خاص آواز بنیں اور چھٹی برسی کے حوالے سے جو ہیش ٹیگ بھی دیئے جائیں ان پر بھرپور کام کریں اور پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ سے درخواست کی جائے کہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کو آئین و قانون کے مطابق انصاف دیا جائے۔ (چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی)

تقویٰ کی ابتداء کیسے ہوتی ہے؟

امام غزالیؒ نے فرمایا ’’ہدایت کی ابتداء ظاہر کا تقویٰ اور انتہا باطن کا تقویٰ ہے‘‘

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی، تربیتی اور روحانی خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ م بِالْعِبَادِ.

(آل عمران، ۳: ۱۵)

’’(اے حبیب!) آپ فرما دیں: کیا میں تمہیں ان سب سے بہترین چیز کی خبر دوں؟ (ہاں) پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس (ایسی) جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (ان کے لیے) پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور (سب سے بڑی بات یہ کہ) اللہ کی طرف سے خوشنودی نصیب ہوگی، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے‘‘۔

انسان کا نفس چند ایسی دبیز تہوں میں لپٹا ہوا ہے کہ جن کے نیچے اللہ کی قربت اور ولایت کا شعور و ادراک محو ہوجاتا ہے۔ یہ تہیں بندے کے لیے اللہ کی قربت میں رکاوٹ کا سبب بنتی ہیں۔ یہ تہیں کیا ہیں؟ اس حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (آل عمران، ۳: ۱۴)

’’لوگوں کے لیے ان خواہشات کی محبت (خوب) آراستہ کر دی گئی ہے (جن میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں)، یہ (سب) دنیوی زندگی کا سامان ہے، اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے‘‘۔

درج بالا آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے ان محبتوں، شہوتوں اور زینتوں کا ذکر کیا ہے جو درحقیقت ملفوف رکاوٹیں ہیں۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ اے میرے حبیب ﷺ! اب اِنہیں اِن سے زیادہ خوبصورت، زیادہ لبھانے والی، زیادہ پائیدار، زیادہ خوشگوار، زیادہ اعلیٰ اور ارفع محبتوں، رغبتوں، شہوتوں اور زینتوں کی خبر بھی دے دیں تاکہ یہ لوگ موازنہ کرسکیں کہ کون سی محبت کو حاصل کیا جائے۔ ارشاد فرمایا:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ م بِالْعِبَادِ. (آل عمران ۳: ۱۵)

’’(اے حبیب!) آپ فرما دیں: کیا میں تمہیں ان سب سے بہترین چیز کی خبر دوں؟ (ہاں) پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس (ایسی) جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی

☆ (خطاب نمبر: Fe13، تاریخ: 27 مئی 2019ء، مقام: شہر اعتکاف، لاہور، (ناقل: محمد ظفیر ہاشمی)

ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (ان کے لیے) پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور (سب سے بڑی بات یہ کہ) اللہ کی طرف سے خوشنودی نصیب ہوگی، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے‘‘۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے دنیاوی لذتوں سے کئی گنا زیادہ بہتر چیز کی خبر دینے سے پہلے لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ کے الفاظ سے ایک شرط لگائی ہے کہ ان خوبصورت اور اعلیٰ و ارفع حقیقتوں سے وہ لوگ لطف اندوز ہوں گے جو اللہ کے حضور تقویٰ اختیار کریں گے۔ یعنی ہمارے پاس موجود اس خزانے اور اعلیٰ چیزوں کے حقدار بننے کا معیار تقویٰ ہے۔ تقویٰ کی بدولت حاصل ہونے والی یہ چیزیں تمام متاعِ دنیا اور ان تمام شہوتوں، زینتوں، رغبتوں سے کئی گنا بڑھ کر ہیں جن میں انسان ہمہ وقت گھرا رہتا ہے۔ دنیا کا مال و متاع اُن اعلیٰ و ارفع اور حسین وجمیل اشیاء کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا۔ یہ چیزیں انہیں ملیں گی جو اپنے رب کے حضور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے متقین کی صفت سے بہرہ مند ہوں گے۔

اخروی ابدی نعمتوں کے حصول کے لیے تقویٰ کی صورت میں اللہ رب العزت کی طرف سے لگائی جانے والی اس شرط سے اس سمت جانے کا دروازہ کھل رہا ہے جس سمت ہم میں سے ہر کوئی جانے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس سمت جانے کی خواہش بہت سے ایمان والوں کو ہے مگر اس خواہش کو رکھنے کے باوجود ہم میں سے کتنے ہیں جو اس کے لیے کوشش بھی کرتے ہیں۔

یاد رکھیں! بات خواہش کرنے سے نہیں بلکہ کوشش کرنے سے بنتی ہے۔ محض خواہش کرنے والوں کو کبھی منزل نہیں ملتی بلکہ منزل اُنہیں ملتی ہے جو اپنی خواہش کو کوشش میں ڈھالتے ہیں اور پھر کوشش کا حق ادا کرتے ہیں۔ گویا قربِ الٰہی اور اس کی نعمتوں کے حصول کے لیے کوشش کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر اِس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ. (آل عمران، ۳: ۱۰۲)

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے‘‘۔

تقویٰ کی جہات

تقویٰ کے لیے بہت سے الفاظ استعمال ہوتے ہیں:

۱۔ God Consciousness

۲۔ Self vigilance

اگر ان دو معانی کا موازنہ کیا جائے تو اِن دونوں الفاظ میں تقویٰ کی دو جہتیں ہیں:

۱۔ ایک جہت تقویٰ کو اللہ کی طرف سے دیکھنا ہے۔

۲۔ دوسری جہت تقویٰ کو بندے کی نگاہ سے دیکھنا ہے۔

۱۔ پہلی صورت میں بندہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اور تقویٰ کے حال کو اللہ کی طرف سے دیکھتا ہے۔ یعنی وہ اپنے شعور میں ہر وقت اللہ کے حضور حاضر رہنے کا تصور رکھتا ہے کہ اللہ میرا سمیع اور بصیر ہے، مجھے پوچھنے والا اور مجھے جزا و سزا دینے والا ہے۔ اُس بندے کا شعور ہر وقت بیدار رہتا ہے اور وہ اللہ کا حاضر و موجود ہونا اپنی سماعت و بصارت میں اجر و سزا اور گرفت و مواخذہ کے اعتبار سے دیکھتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ پس تقویٰ کو اِس زاویہ سے دیکھیں تو دھیان اللہ کی طرف جاتا ہے کہ وہ ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے، اس لیے میں اس کی حکم عدولی نہ کروں۔

۲۔ تقویٰ کا دوسرا معنی Self vigilance ہے یعنی اپنے نفس کے اوپر محاسب، نگران اور پہرہ دینے والا بننا۔ اِس کا مطلب ہے کہ بندہ اپنے نفس کا محاسب بن کر بیٹھتا ہے کہ میرا نفس اللہ کی طرف جاتا ہے یا اللہ سے دور جاتا ہے۔۔۔؟ اللہ کا نافرمان ہوتا ہے یا اللہ کا فرمانبردار بنتا ہے۔۔۔؟ میرا نفس اللہ کی رضا اور ناراضگی میں سے کون سا حال اور عمل اپناتا ہے۔۔۔؟ اس اعتبار سے دیکھیں تو تقویٰ وہ مقام ہے جہاں Self vigilance اور God Consciousness دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ یعنی اللہ دیکھ رہا ہے اور بندہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ خبردار! اللہ دیکھ رہا ہے۔ گویا بندہ ایک طرف نفس کا محاسبہ کرے اور دوسری طرف مولیٰ کے دیکھنے کا خیال کرے کہ میرے ہر عمل کو اللہ دیکھ اور سن رہا ہے۔ حتی کہ میرے خیال کو بھی جان رہا ہے۔ جب سوچ کی یہ

دونوں جہتیں جمع ہوتی ہیں تو حَقَّ تُقَاتِهِ، تقویٰ کا حق ادا ہوتا ہے اور بندے میں کسی جہت سے بھی غفلت نہیں آتی۔

پس اللہ تعالیٰ کے پاس جو بڑا عالی شان ٹھکانہ، آرام دہ جگہ، راحت افزاء مقام اور بڑی خوشگوار چیزیں ہیں وہ تمام اُن لوگوں کو نصیب ہوں گی جو دنیا میں اِن دونوں جہتوں سے تقویٰ اختیار کریں گے۔

تقویٰ کی اقسام

امام غزالیؒ اپنی کتاب بداية الهداية میں تقویٰ کی ابتداء کے حوالے سے فرماتے ہیں:

فإن قلت : فما بداية الهداية لأجرب بها نفسي فاعلم أن بدايتها ظاهرة التقوى، ونهايتها باطنة التقوى.

اے طالب علم! اے قربتِ الٰہیہ، ولایتِ الٰہیہ، معرفتِ الٰہیہ اور نعمت اُخرویہ کو پانے کی آرزو رکھنے والے! اگر تو مجھ سے پوچھے کہ ہدایت کی ابتداء کیا ہے؟ تاکہ میں اپنی جان میں اُس کا تجربہ کروں۔ تو جان لے کہ اِس ہدایت کی ابتداء ظاہر کا تقویٰ ہے اور اس ہدایت کی انتہاء باطن کا تقویٰ ہے۔

(الغزالی، بدایۃ الہدایۃ، ۱: ۲۷)

امام غزالی کے اِن الفاظ سے ظاہر ہوا کہ ہدایت تجربہ یعنی عمل کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اگر عمل نہ کیا جائے تو باقی صرف جاننا رہ جاتا ہے۔ جاننا تو انسان بہت کچھ ہے، اچھائی و بُرائی سب کچھ جانتا ہے مگر زندگی میں نہ وہ اچھائی کا تجربہ کرتا ہے اور نہ بُرائی سے گریز کرتا ہے۔

امام غزالی نے اپنے اس فرمان میں تقویٰ کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ۱۔ ظاہری تقوی ۲۔ باطنی تقوی

ظاہری زندگی میں انسان جو تقویٰ اپناتا ہے، امام غزالی نے اُس کو ہدایت کی ابتداء کہا ہے جبکہ دل، روح، نفس، عقل، سوچ، فکر اور من کے تقویٰ کو باطنی تقویٰ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی وہ تقویٰ جو اللہ کے سوا کسی کو نظر نہیں آتا، وہ ہدایت کی انتہا ہے۔ گویا ہمارے اندر کے خیالات، نیت، ارادہ اور کسی عمل کا محرک و مقصد جو باہر سے کوئی نہیں جانتا، یہ تقویٰ ہدایت کی انتہاء ہے۔

پس احکامِ الٰہیہ کے مطابق انسان کی ظاہری زندگی میں جو وارد ہوتا ہے، اُس ظاہری تقویٰ سے ہدایت کی ابتداء ہوتی ہے اور ہدایت کی انتہاء باطنی تقویٰ پر ہوتی ہے۔

ظاہری اعمال کی اہمیت سے انکاری کون ہے؟

اس موقع پر اِس تصور کو درست کرنے کی ضرورت ہے کہ کئی لوگ ایسے ہیں جو اِس طرح سوچتے ہیں کہ ظاہر سے کیا بنتا ہے، اصل چیز تو باطن ہے۔ یاد رکھیں! یہ بات نہ صرف جہالت ہے بلکہ ضلالت و گمراہی ہے۔ دو طرح کے لوگ یہ بات کرتے ہیں:

۱۔ دین سے عملاً دور طبقہ

۲۔ بظاہر دیندار مگر صرف باطن کو سب کچھ سمجھنے والا طبقہ

۱۔ دین سے عملاً دور طبقہ

ظاہری اعمال کی اہمیت کا انکاری پہلا طبقہ وہ ہے جو دین کو زندگی میں اصلاً اپنانا نہیں چاہتا۔۔۔ یہ لوگ دین کے احکامات پر عمل نہیں کرنا چاہتے۔۔۔ اپنے آپ کو دین کا پابند نہیں کرنا چاہتے۔۔۔ دین سے آزاد رہنا چاہتے ہیں۔۔۔ اپنی عملی زندگی کو دینی احکام، اللہ کے اوامر و نواہی سے دور رہ کر گزارنا چاہتے ہیں۔۔۔ گندگی، غلاظت، شیطنت میں رہنا چاہتے ہیں۔۔۔ شیطان اور نفس کی خواہشوں اور شہوتوں کے غلام رہنا چاہتے ہیں۔۔۔ چاہتے ہیں کہ کوئی اُن کی گرفت نہ کرے۔۔۔ جو اُن کا دل چاہے اور جس سے اُن کے نفس کو تسکین ہو، بس اُس کے مطابق زندگی گزاریں۔۔۔ جس کو وہ عزت سمجھیں، وہ عزت لیں۔۔۔ جسے وہ راحت سمجھیں، وہ راحت لیں۔۔۔ جسے وہ عیش سمجھیں، وہی عیش لیں۔۔۔ جس چیز کو وہ آرام سمجھیں، وہ اُن کو ملے۔۔۔ زندگی میں جس سے وہ سمجھیں کہ اس کو اپنانے سے بندہ معتبر ہوتا ہے، بس وہی کریں۔۔۔ گویا اُنہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ لازمی بات ہے کہ پوچھنے والی صرف اللہ کی ذات ہے، پس وہ اللہ کے احکام کی نافرمانی بھی کرنا چاہتے ہیں۔

یہ لوگ قرآن، سنتِ نبوی، شریعتِ اسلامیہ اور دین کی تعلیمات سے دور ہیں۔ جو لوگ اِس طرح کی زندگی گزارنا

چاہتے ہیں، دراصل اُنہوں نے اس سوچ کا ڈھونگ رچایا ہوا ہے اور علی الاعلان کہتے ہیں کہ ظاہر میں کیا ہے؟ اصل چیز تو اندر یعنی باطن ہے۔ گویا اُنہوں نے ظاہر کو مسترد کر رکھا ہے۔

جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ نماز، روزہ کی ادائیگی، گناہ سے بچنا، صدقہ و خیرات کرنا یہ سب ظاہری اعمال ہیں۔ حلال کام کرنا ہے تو جسمانی طور پر کرنا ہے، حرام سے بچنا ہے تو جسمانی طور پر بچنا ہے، جھوٹ، گالی گلوچ، لغو گوئی سے بچنا ہے، تو زبان سے بچنا ہے، بری چیزوں کو دیکھنے سے رکنا ہے تو آنکھوں کے ذریعے بچنا ہے، گندی چیز کو سننے سے بچنا ہے تو کانوں کے ذریعے بچنا ہے۔ جسم کے یہی اعضاء (آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں) تقویٰ کے امور انجام دینے کا راستہ ہیں۔ پس جو بندہ اعضاء کو آزاد چھوڑنا چاہتا ہے اور اللہ کے احکامات پر عمل نہیں کرنا چاہتا تو وہ کہتا ہے کہ ظاہر میں کیا رکھا ہے؟

دین کی ابتداء ظاہر ہی سے ہوتی ہے!

یاد رکھیں! دین کی ابتداء ہی ظاہر سے ہوتی ہے۔ ہم زبان سے اللہ کی وحدانیت اور حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور شہادت کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح جب نماز پڑھتے ہیں تو پھر اُس کے بعد اللہ دیکھتا ہے کہ پڑھنے والے کی نیت کیا ہے؟ جب نیک عمل ہی نہ کیا تو اُس کی نیت سے کیا غرض؟ جب ایک نیک عمل کیا ہی نہیں تو اسے پرکھا کہاں جائے گا کہ اچھی نیت سے کیا یا بُری نیت سے کیا؟ پرکھا تو تب ہی جائے گا جب عمل کریں گے۔ پاس یا فیل تب ہی ہوں گے جب کوئی امتحان دیں گے اور امتحان میں تب بیٹھیں گے جب پہلے پڑھائی کریں گے۔ گویا ہر چیز کا ایک سلیقہ ہوتا ہے۔

بالفرض اگر ہر چیز باطن میں ہے، ظاہر کچھ نہیں تو پھر قتل بھی کرتے پھریں، گالی گلوچ، گناہ، بدکاری، حرام خوری اور حرام کاری بھی کریں تو اس پر سزا یا گناہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ظاہر کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ پس اگر سب چیزیں صرف باطن ہی باطن ہوں اور ظاہر کا کوئی معنی نہیں تو پھر ہم نے اپنے اوپر ہر چیز کا راستہ کھول لیا۔ پس جو لوگ شہوت پرست، شیطان اور نفس کے پیروکار ہیں، اُنہوں نے یہ سوچ بنا رکھی ہے کہ ظاہر میں کیا رکھا ہے، اصل چیز تو من، باطن اور دل ہے۔ یاد رکھیں! اِس تصور کی دین میں کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ سب گمراہی ہے۔ دل، باطن، روح، قلب اور من یہ سب اس وقت relevant بنتا ہے جب ظاہر پاکیزہ ہو۔ جب ظاہر پاکیزہ ہو تو تب جا کر باطن بھی relevant بنتا ہے۔

یہ تصور سرے سے دل و دماغ سے نکال دیں کہ دین میں ظاہر کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ باطن ہی سب کچھ ہے۔ ایسا تصور رکھنا بے دینی ہے۔ اس بے دینی نے ایک نیا عنوان ہماری زندگیوں میں بنا لیا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہماری سوسائٹی بے دینی کی طرف جا رہی ہے اور ہم بے دینی کے اس طرزِ عمل کو جواز دینے اور Justify کرنے کے لیے ایسی سوچ کو اپناتے ہیں۔ برائی اور نافرمانی کی کثرت سے ہمارے من کے اندر ایک ہیجان آتا ہے، کانٹا چبھتا ہے کہ ہم غلط کر رہے ہیں، ضمیر پر ایک بوجھ آتا ہے، مثلاً: جب انسان گناہ کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، دھوکہ دیتا ہے، چوری کرتا ہے، خیانت کرتا ہے، کسی کو لوٹتا ہے، جو کچھ بھی غلط کام کرتا ہے تو لازماً ضمیر پر ایک بوجھ آتا ہے۔ لہٰذا بندہ اپنی کوشش سے اُس بوجھ کو دور کرنا چاہتا ہے۔ اُس بوجھ کو ختم کرنے اور اپنے من کو مطمئن کرنے کے لیے از خود ایک justification گھڑتا ہے اور کہتا ہے کہ من ٹھیک ہونا چاہیے، ظاہر میں کیا رکھا ہے؟ اس سے وہ دین پر عمل کرنے والوں کو بھی ناپسند کرتا ہے اور دین کی اہمیت کو کم کر کے اپنے اندر کے بوجھ کو بھی ختم کرنا چاہتا ہے۔ یاد رکھیں! یہ شیطان کی بولی ہے۔

۲۔ بظاہر دین دار طبقہ مگر۔۔۔

ظاہری اعمال کی اہمیت سے انکاری دوسرا طبقہ وہ ہے جو دیکھنے میں بظاہر دین دار نظر آتا ہے اور پیر، فقیر، عارف اور لوگوں کا روحانی رہبر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ طبقہ دین کا منکر نہیں لیکن دین کے ظاہر پر یہ عمل بھی نہیں کرتا۔ یہ لوگ کہتے

ہیں کہ ’’ظاہر کی نماز کیا ہے، نماز تو وہ ہے جو باطن کی ہے اور ہم ہروقت نماز میں ہیں۔۔۔ ہم ہر وقت روزے سے ہیں۔۔۔ ہم ہر وقت اللہ کے حضور ہیں۔۔۔ ہماری شریعت اندر کی ہے، باہر کی نہیں ہے۔۔۔ ہمارا اندر اللہ کا ذاکر ہے‘‘۔ یاد رکھیں! یہ بھی ایک شیطانی چکر اور جعل سازی ہے۔ اس لیے کہ بندہ اگر نماز پڑھے گا تو اُس کے بعد اگلا سوال ہوگا کہ اِس کا من بھی نماز میں ہے یا نہیں؟ جس کے تن نے نماز نہیں پڑھنی تو اُس کے من سے پوچھا ہی نہیں جائے گا۔۔۔ جس کی زبان ذاکر نہیں، اُس کا دل ذاکر نہیں ہے۔۔۔ جس کا تن اللہ کی اطاعت میں فرمانبردار اور تابعدار نہیں، اُس کے من میں اللہ کی کوئی فرمانبرداری اور تابعداری نہیں۔۔۔ جس کا تن اللہ کا وفادار نہیں، اُس کے من کی کوئی شے اللہ کی وفادار نہیں۔۔۔

یہ ذہن میں رکھ لیں کہ اُس شخص کے من کی طرف دیکھا ہی نہیں جائے گا جس کے تن پر غلاظت اور آلودگی ہے۔ جس کا تن نافرمان ہے اُس کے من کو جانچا ہی نہیں جائے گا کہ اِس کے من میں فرمانبرداری تھی یا نافرمانی۔۔۔؟ اُس شخص کا باطن مکمل طور پر irrelevant ہے جس کا تن ہی نہیں۔ اگر اس تصور کے مطابق رہنا چاہتے ہیں کہ سب کچھ باطن ہی ہے تو پھر کپڑے اتار دیں اور عریاں ہوجائیں اور کہیں کہ ہمارے من پر لباس ہے، ظاہری لباس کو کیا کرنا ہے۔

1963/1964 کی بات ہے کہ ہمارے علاقے سے ملحقہ کسی گھر میں ایک پیر صاحب آئے۔ اُس گھر کے ساتھ مسجد تھی۔ وہ پیر صاحب ایک مہینہ اُن مریدوں کے گھر میں رہے لیکن ایک دن بھی وہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آئے اور نہ گھر میں نماز پڑھی۔ کسی نے اُن کے مریدوں سے اس حوالے سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ پیر صاحب روحانی نماز پڑھتے ہیں اور ہر نماز کے وقت مسجد نبوی میں یا کعبۃ اللہ میں ہوتے ہیں۔

اُن کے مریدوں میں سے کسی نے یہ بات مجھ سے کر دی کہ ہمارے پیر صاحب ہر نماز کے وقت کعبۃ اللہ یا مسجد نبوی میں ہوتے ہیں۔ میں نے اُن کے مریدوں کو سمجھایا اور کہا کہ شریعت میں ایسا کوئی تصور نہیں ہے۔ آج سے آپ پیر صاحب کو کھانا دینا بند کر دیں اور اُنہیں کہیں کہ آپ نمازیں مکہ و مدینہ پاک میں پڑھتے ہیں تو واپسی پر کھانا بھی وہیں کھا لیا کریں۔ وہاں کا کھانا بھی نوری کھانا ہے، ہم غریبوں، گنہگاروں کا کھانا کیوں کھاتے ہیں؟ میں نے ان کے مریدوں کو کہا کہ آپ پیر صاحب کا کھانا بند کر دیں تو پھر دیکھیں کہ پیر صاحب رہتے ہیں یا تشریف لے جاتے ہیں؟ مریدوں کی سمجھ میں بات آگئی اور اُنہوں نے اصل میں ایسا ہی کر دیا۔ پیر صاحب کو یہی جملے کہے اور کھانا دینا بند کر دیا۔ اگلے دن پیر صاحب وہ علاقہ ہی چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اس طرح کی تمام باتیں من گھڑت ہیں اور افسوس کہ دنیا میں چلتی بھی ہیں، اب تو ہماری زندگی زیادہ تر جھوٹ اور جعل سازی پر مبنی ہے۔ ہر چیز میں جعل سازی ہے۔ بات سمجھانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ دین کا روپ اور پیری فقیری کا روپ دھارتے ہیں، انہوں نے دین کو ایک نیا بہروپ دے دیا ہے، خود بھی بے دین ہوتے ہیں اور مریدوں کو بھی بے دین کرتے ہیں۔ انہوں نے تصوف کو نیا رنگ اور نیا نام دے دیا ہے۔ پہلے زمانے میں بھی ایک فرقہ ہوا کرتا تھا جسے باطنیہ کہتے تھے۔ یہ قرآن مجید کی ہر آیت کا باطنی ترجمہ کرتے تھے۔ تمام احکامِ شریعت کی نفی کر دیتے اور آیات و احکام کا ایک باطنی معنی گھڑ لیتے۔اس طرح سارے احکام اور اوامر و نواہی سے جان چھڑوا لیتے۔ اسی طرح آج بھی ایک ایسا طبقہ ہے جو دین، تصوف، فقیری اور روحانیت کے نام پر اسی طرح کے اعمال سرانجام دیتا ہے، یہ طبقہ خود بھی گمراہ ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

تقویٰ کے بغیر کوئی منزل اور عاقبت نہیں

بعض اوقات ایسا بھی سننے میں آتا ہے کہ ’’ظاہری شریعت کی پیروی کرنا ابتدائی لوگوں کا کام ہے یعنی جو ابتداء میں رہتے ہیں، ہم تو انتہاء اور آخری مقام پر ہیں، اس لیے ہم پر پیروی ضروری نہیں‘‘۔ یاد رکھیں! جس کی ابتداء نہیں ہے، اُس کی انتہاء بھی نہیں ہے۔ جو بھی انتہاء پر پہنچتا ہے، وہ ابتداء کے بعد ہی پہنچتا ہے۔ جو آدمی منزل پر پہنچتا ہے، وہ راستے سے گزر

کر پہنچتا ہے۔ اگر یہ چیزیں راستے کی ہیں تو منزل پر راستے سے گزرے بغیر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ابتداء یعنی شروع کیے بغیر انتہاء تک کوئی نہیں پہنچتا۔ سفر کی دو منزلیں ہیں:

۱۔ ابتداء کو departure کہتے ہیں۔

۲۔ انتہاء کو arrival کہتے ہیں۔

مسافر منزل (arrival) پر تب ہی پہنچتے ہیں، جب پہلے departure ہوتا ہے۔ پہلے کسی کام کو چھوڑنا پڑتا ہے تب اگلی منزل نصیب ہوتی ہے۔ نواہی، گناہوں، اللہ کی نافرمانی اور ناراضگی کے طرزِ عمل کو چھوڑنا اور اپنی عادت کو بدلنا departure ہے، تب جا کر اُس مولیٰ کے مقام، اُس کے گھر اور اُس کی بارگاہ میں arrival ہوتا ہے۔ یہ ایک مرحلہ ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ چھلانگ لگا کر درمیان کے لوازمات ختم کردیں اور انتہا کو پہنچ جائیں مثلاً: دوائی نہ لیں، ڈاکٹر کے پاس نہ جائیں اور شفایابی ہوجائے۔ پڑھائی نہ کریں اور فرسٹ آجائیں اور گولڈ میڈل حاصل کرلیں، ایسا نہیں ہوتا۔ جیسے دنیا کی زندگی میں ہر چیز کا ایک طریقہ اور سلیقہ ہے، اسی طرح دینی و روحانی زندگی میں بھی طریقے وسلیقے سے گزریں گے تو منزل پر پہنچیں گے۔

دین میں روحانی زندگی کا یہ طریقہ اور سلیقہ تقویٰ کہلاتا ہے۔ اُس تقویٰ کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ ظاہری تقویٰ روحانی مسافر کی ابتداء ہے اور باطنی تقویٰ اُس کی انتہاء ہے۔ ظاہری تقویٰ departure ہے اور باطنی تقویٰ اُس کا arrival ہے۔

ہدایت کی اقسام

☆ امام غزالی مزید فرماتے ہیں کہ

فلا عاقبة إلا بالتقوی، ولا هداية إلا للمتقين.

پس عاقبت بھی تقویٰ کے ساتھ ہے اور ہدایت صرف متقین ہی کا نصیب ہے۔

امام غزالی کے اِن الفاظ کی تعبیر یہ بنتی ہے کہ تقویٰ کے بغیر کسی کو منزل نہیں ملتی۔ قرآن مجید کا پہلا اعلان ہی یہ ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۚ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ. (البقرة ۲:۲)

’’(یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، (یہ) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے‘‘۔

یعنی اِس کتاب سے ہدایت اُنہی کو ملتی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ گویا اللہ رب العزت نے ہدایت کو تقویٰ کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہدایت متقین کے لیے ہے تو پھر قرآن مجید کے اپنے بارے میں اس ارشاد سے کیا مراد ہے کہ یہ قرآن: **هُدًى لِّلنَّاسِ.** (البقرة ۲:۲) ’’لوگوں کے لیے ہدایت ہے‘‘۔ یعنی قرآن ہر انسان کے لیے ہدایت ہے۔

یاد رکھیں! یہ دونوں فرامین حق ہیں مگر ان دونوں کے درمیان ایک فرق ہے۔ درحقیقت اِن دونوں ارشادات میں ہدایت کی اقسام کا ذکر ہے۔ ہدایت کی تین اقسام ہیں:

۱. عرفان الغایه ۲. اراءۃ الطریق

۳. ایصال الی المطلوب

۱۔ **عرفان الغایه** (منزل کی پہچان) بھی ہدایت کی ایک قسم ہے۔ حق کی پہچان کروانا، حق اور نیکی کی دعوت دینا کہ اللہ کی طرف آجاؤ، یہ بھی ہدایت ہے۔ قرآن مجید کا عالمِ انسانیت کے لیے ہدایت ہونا، اس معنیٰ میں ہے کہ وہ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے، اللہ کی پہچان کرواتا ہے، آخرت کی طرف جانا سکھاتا ہے، نیکی اور خیر کی طرف بلاتا ہے۔ لہٰذا یہ انسانیت کے لیے اِس معنیٰ میں ہدایت ہے کہ انسانیت کو منزل اور مقصد بتاتا ہے۔

۲۔ **اراءۃ الطریق** (راستہ دکھانا) بھی ہدایت کی ایک قسم ہے کہ ہم کسی کو صحیح راستہ دکھا دیتے ہیں کہ اس راستہ پر گامزن ہوکر منزل تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اس معنی کی رو سے بھی قرآن عالمِ انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔

۳۔ **ایصال الی المطلوب** (منزل تک پہنچانا) ہدایت کی اعلیٰ قسم ہے۔ قرآن کا متقین کے لیے ہدایت ہونے کا تعلق اِس اعلیٰ قسم کی ہدایت سے ہے یعنی متقین کو وہ صرف راستہ بتاتا یا

دکھاتا نہیں بلکہ منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اگر ہم کسی سے راستہ پوچھتے ہیں تو کچھ لوگ ایسے اچھے بھی مل جاتے ہیں کہ وہ اپنا سفر چھوڑ کر سائل کو منزل تک پہنچا کر آتے ہیں۔

یاد رہے کہ راستہ بتا دینے کے بعد کئی مقامات پر بھول جانے اور بھٹک جانے کے امکانات رہتے ہیں مگر جو ہدایت منزل پر پہنچا کر آئے، اِس میں راستے کے اندر بھٹک جانے کے امکانات نہیں رہتے۔ اس میں رہبر، طالب کو منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ ہدایت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ قرآن صرف متقین کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ انہیں منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

وہ ہدایت جس میں قرآن صرف بتا دے اور دعوت دے کہ اِدھر جاؤ، وہ ہدایت ”ھدی للناس“ کے مصداق سب انسانوں کے لیے ہے اور وہ ہدایت جو منزل تک پہنچا دے، وہ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ کے مصداق صرف متقین کا نصیب ہے۔

☆ امام غزالیؒ مزید فرماتے ہیں:

والتقوی، عبارة عن امتثال أوامر الله تعالی، واجتناب نواهيه.

تقویٰ کی ابتداء اللہ کے احکامات پر عمل کرنا اور جن امور سے اللہ نے منع کیا ہے، اُن سے رکنا ہے۔ اس کے اوامر کو بجا لانے اور اُس کے نواہی سے رکنے سے تقویٰ کی ابتداء ہوتی ہے اور پھر اِس تقویٰ کی انتہاء باطنی تقویٰ پر منتج ہوتی ہے۔

ایمان، علم، تزکیہ اور تقویٰ کا باہمی تعلق

ایمان، علم، تزکیہ اور تقویٰ ان چاروں چیزوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ چار مراحل ہیں جن سے گزر کر بندہ مقربِ الٰہی بنتا ہے۔ قرآن مجید نے اِن چاروں چیزوں کو مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے:

۱۔ ایمان کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنكُمْ. (المجادلہ ۸۵:۱۱)

”تم میں سے جو لوگ ایمان لے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کا درجہ بلند کر دیتا ہے“۔

۲۔ اِسی آیت میں علم کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ (المجادلہ، ۸۵:۱۱)

”اور وہ لوگ جو علم والے ہیں ان کے درجات بلند کرتا ہے“۔

اس آیت میں دو طبقات کا ذکر فرمایا۔ پہلا طبقہ وہ ہے کہ جو اہلِ ایمان ہیں، اس ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُن کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔ واقعتاً اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ایمان میں جتنا مضبوط ہوتا چلا جائے گا، اُس کا درجہ اُتنا اوپر ہوتا چلا جائے گا۔

دوسرے حصے میں فرمایا کہ دوسرا طبقہ وہ ہے کہ جنہیں علم عطا کیا گیا ہے اور اس علم کی وجہ سے ان کے درجات بلند کیے گئے۔ **أوتو العلم** کے ساتھ درجہ بلند کرنے کا ذکر مطلقاً نہیں کیا بلکہ درجات کہا کہ اللہ اُن کے ڈھیروں درجے بلند کر دیتا ہے۔ درجات کی یہ بلندی اس علم سے نصیب ہوتی ہے جس علم کا خمیر ایمان سے نکلا ہے یعنی جو علم ایمان کے بعد آیا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ بغیر ایمان کے علم بلندیٔ درجات کی نعمت نہیں دیتا۔ درجات کی یہ بلندی پہلے ایمان کی وجہ سے ہے اور ایمان والوں میں جو لوگ صاحبانِ علم ہوگئے، ان کے ایمان کے ساتھ جب علم ملتا ہے تو علمِ نافع بنتا ہے۔ پس جب مومنین صاحبانِ علمِ نافع ہوگئے تو اُن کے بہت سے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

۳۔ تزکیہ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى.

”اور اُس نے (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات و شہوات سے باز رکھا۔ تو بے شک جنت ہی (اُس کا) ٹھکانا ہوگا“۔ (النازعات، ۷۹:۴۰، ۴۱)

گویا پہلے ایمان سے درجہ بلند ہوا پھر ایمان والوں میں سے جن لوگوں نے کتاب، سنت، دین، شریعت اور اللہ کی معرفت کا علم حاصل کیا تو ایمان کی طاقت کے حامل اس علم نے بندے کے کئی درجات بلند کر دیئے اور پھر خالی علم سے بھی بات نہیں بنتی بلکہ شہوتوں اور خواہشوں کو بھی پامال کرنا پڑتا ہے۔

شہوتوں کے پیچھے خواہش کی قوت ہے۔ خواہش سے سفر شروع ہوتا ہے۔ جس خواہش کو وقت پر کنٹرول نہیں کیا جاتا تو وہی خواہش بڑھتے بڑھتے شہوت بن جاتی ہے۔ پھر اُس شہوت

کو محبت مزید طاقتور بناتی ہے اور وہ ناقابلِ تسخیر بننے لگتی ہے۔

اِس سارے مرحلہ کے پیچھے نفس کی خواہش کی قوت تھی، جہاں سے اِس سفر کا آغاز ہوا تھا۔ اگر اُس پر قابو نہیں پاتے اور اُس کو جڑ سے نہیں کاٹتے تو یہ انسان پر غلبہ پالیتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ برائی کو جڑ سے اکھاڑ دو، اُسی وقت اُس بُرائی کو ختم کر دو، اُس کو پودا نہ بننے دو کہ وہ پھلے پھولے اور درخت بن جائے۔ جب ہم خواہش کو شہوت بننے دیں گے اور بعد میں اس کو ختم کرنے کی کوشش شروع کریں گے تو یہ مشکل ہوگا اور اسے ختم کرنے کے لیے بڑا مجاہدہ درکار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے! تو اپنے آپ کو اِتنی مشکل آزمائش میں کیوں ڈالتا ہے۔ نفس کو خواہش، رجحان اور میلان کی سطح پر روک لے بلکہ اُس سے بھی پہلے جب وہ محض ایک خیال تھا، اس خیال کو خواہش بننے سے روک لے تو اے بندے! تیرے لیے آسان ہوگا، ورنہ بات بڑھتے بڑھتے اگر شہوت تو دور کی بات ہے، خالی عادت بھی بن جائے تو پھر اس سے نجات پانا مشکل ہوجاتا ہے۔ عادت انسان کی فطرت کی طرح مضبوط ہو جاتی ہے جسے بندہ ختم نہیں کرسکتا اور پھر اُس کے بعد اگلے درجے آجائیں تو پھر اس سے چھٹکارا پانا مزید مشکل ہو جاتا ہے۔

ایمان بھی نصیب ہو، علم بھی حاصل ہو مگر نفس کو خواہش سے نہیں روکا تو کوئی فائدہ نہیں۔ نفس کو خواہش سے روکنا چونکہ نہایت مشکل ہے، اسی لیے اس مشکل کام کو انجام دینے والے کے لیے انعام کے طور پر جنت کا اعلان فرمایا کہ

فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى. (النازعات، ۷۹: ۴۱)

یعنی جنت اُسی کا ٹھکانہ ہوگا، جس نے نفس کو ابتدائی stage یعنی خواہش کی سطح پر ہی کنٹرول کر لیا۔ بندہ جب اپنے من میں جھانکتا ہے، مراقبہ کرتا ہے، اپنا موازنہ کرتا ہے، اپنے اندر غور وخوض کرتا ہے تو وہ خیال، خواہش، شہوت، عادت کے مابین فرق کرتا ہے۔ یہ مراحل جس قدر عبور ہوتے چلے جائیں گے بندہ مشکل میں پڑتا جائے گا۔ اس لیے جو شخص نفس کو خیال وخواہش کی سطح پر روک لیتا ہے وہ اتنا ہی بڑا مجاہد ہے اور اسی کے لیے جنت کا انعام ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ محض خواہش کو روک لینے پر اتنا بڑا انعام کیوں؟ اس لیے کہ نفس کو خواہش کی سطح پر کنٹرول کرنے کے بعد بندے کی اگلی زندگی طاعت، تابعداری، فرمانبرداری، نیکی اور عبادت گزاری کے لیے آسان ہو جاتی ہے۔ جو نفس کو خواہش اور ہوائے نفس کی پیروی سے روک دیتا ہے، اُس کے لیے نیکی کی زندگی آسان ہو جاتی ہے۔

۴۔ تقویٰ کے حوالے سے فرمایا: بندہ جب نفس کو ''ہوا'' سے روکتا ہے تو اُس کا دل اِس قابل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو تقویٰ کے لیے چن لے۔ یہ ایمان، علم، تزکیہ اور تقویٰ کے درمیان تعلق ہے۔ ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی.

''یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے''۔ (الحجرات، ۴۹: ۳)

ایمان اللہ کو مان لینے سے آ گیا لیکن خالی ماننے سے کام نہیں چلتا، اس لیے کہ جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں، اُس کام کو جانتے بھی تو ہوں، اسی جاننے کو علم کہتے ہیں۔ ماننا ایمان ہے اور جاننا علم ہے۔ پھر خالی مان لینے اور جان لینے سے بھی کام نہیں چلتا بلکہ پھر روکنا بھی ہے۔ یعنی بدی کی ''ہوا'' سے نفس کو روکنا۔ جب بندہ اپنے نفس کو بدی کی ''ہوا'' سے روکتا ہے تو تب اس کا دل اِس قابل بنتا ہے کہ اللہ کی نگاہ اُس پر پڑے اور اللہ اُسے چن لے۔

پس ایمان، علم، تزکیہ کے بعد ہی انسان کا دل تقویٰ کے لیے چنا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تقویٰ کے لیے بھی background میں کچھ کام چاہیے۔ تقویٰ کے لیے ایمان، علم اور ہوائے نفس سے روکنے کے لیے کوشش چاہیے۔ جب یہ تین چیزوں کو جوڑیں گے تو دل تقویٰ کے لیے چن لیا جائے گا۔

یاد رکھیں! ابھی تقویٰ آیا نہیں ہے، اُونچے درجے کا تقویٰ نہیں ملا مگر دل کو چن لیا گیا ہے کہ ہاں یہ دل تقویٰ کے لائق ہے۔ تقویٰ چونکہ اللہ کا خزانہ اور اس کی ولایت ہے، اس لیے وہ اس کے لیے ایسا برتن (دل) چنتا ہے جو ایمان کے نور سے منور، علمِ نافع سے معمور اور خواہشاتِ نفسانیہ سے پاک ہو۔

❁❁❁❁❁

سہ روزہ دورہ علوم الحدیث

مصطلحات الحدیث، اقسام الحدیث، الحدیث الصحیح

حدیثِ صحیح کے سات مراتب ہیں۔ صحیح بخاری کے علاوہ بھی متعدد کتب حدیث میں ہزاروں احادیثِ صحیحہ موجود ہیں

علمی اختلاف اپنی جگہ پر بجا مگر اس بنیاد پر ائمہ اسلاف نے کسی کو خارج از اسلام نہیں کیا

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

نشست اوّل
آخری حصہ

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

عام طور پر یہ منقول ہے کہ باضابطہ نظم کے ساتھ ''صحیح، حسن اور ضعیف'' تین قسموں کا بیان امام ابن الصلاح (ساتویں صدی ہجری) نے کیا ہے مگر یہ حقیقت نہیں ہے۔ ''صحیح، حسن اور ضعیف'' حدیث کی یہ تقسیم سب سے پہلے امام خطابی نے کی تھی۔ امام خطابی کا وصال 388 ہجری میں ہوا۔ انہوں نے معالم السنن (شرح سنن ابی داؤد) کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ

ان الحديث عند أهله على ثلاثة أقسام: حديث صحيح وحديث حسن وحديث سقيمٌ.

(خطابي، معالم السنن، ص:٦)

میں نے حدیث ضعیف کو سمجھانے کے لئے اپنی گفتگو میں لفظ ''مریض'' استعمال کیا تھا۔ امام خطابی آج سے گیارہ سو سال پہلے حدیث ضعیف کو یہ title دے چکے ہیں اور انہوں نے ''ضعیف'' کو سقیم کہا ہے۔ اس کے لیے انہوں نے ''میت'' یا ''موضوع'' کی اصطلاح استعمال نہیں کی۔ کیونکہ جو میت ہوجائے، اُس کو گھر سے نکال دیتے ہیں، دفنا دیتے ہیں۔ ''موضوع'' کو بیان نہیں کرتے، اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ خارج کر دیتے ہیں۔ جبکہ ''ضعیف'' کو رکھتے ہیں، اس لیے کہ اُس کے فوائد ہوتے ہیں۔ ''سقیم'' کا مطلب ''علیل'' ہے۔ بیمار اور میت کا فرق اگر سمجھ میں آ جائے تو ''ضعیف'' اور ''موضوع'' کا فرق بڑی آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ ''موضوع'' مثلِ میت ہے اور ''ضعیف'' مثلِ مریض اور سقیم ہے۔ ہم مریض کا آخر وقت تک علاج کرواتے ہیں، اُس کو قبر میں نہیں دفنا آتے کیونکہ اُس میں شفایابی کی امید ہوتی ہے اور 90% مریض شفایاب بھی ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح حدیث ضعیف کا علاج ہوتا ہے تاکہ وہ مقبول ہوجائے۔ جسے ردّ کرتے اور دفن کرتے ہیں، وہ موضوع، کذب اور جھوٹ ہوتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ حدیث کی اس تقسیم ''صحیح، حسن اور ضعیف'' کے حوالے سے اپنی کتاب ''مجموع الفتاویٰ'' میں لکھتے کہ صحیح، حسن اور ضعیف کی اصطلاحات میں سے حدیثِ حسن کی اصطلاح کو سب سے پہلے امام ترمذی نے متعارف کروایا ہے۔ ان کے مطابق ''حدیث حسن'' امام ترمذی سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھی۔ امام ترمذی سے پہلے صرف حدیث کی دو قسمیں بیان کی جاتی تھیں: صحیح اور ضعیف۔ حسن کی اصطلاح مستعمل نہیں تھی۔

علامہ ابن تیمیہ کا یہ موقف اور رائے درست نہیں ہے۔ یہ الگ معاملہ ہے کہ امام ترمذی نے کثرت کے ساتھ ''حسن'' کی اصطلاح کو استعمال کیا، جس سے یہ ایک صنف کے طور پر زیادہ متعارف ہوگئی ہے۔ ''حسن'' کی اصطلاح امام شافعی نے بھی استعمال کی ہے جو امام ترمذی کے شیخ الشیوخ میں سے ہیں، اسی طرح امام بخاری اور کئی دیگر ائمہ حدیث نے بھی حسن کی اصطلاح بیان کی۔ بہت سارے ائمہ ''حسن'' کی اصطلاح کو امام ترمذی سے پہلے استعمال کر چکے اور امام ترمذی خود اس کا تذکرہ کرتے تھے۔ امام ترمذی نے کئی احادیث میں

☆ خطاب نمبر: Ba-125، مقام: جامع المنہاج، بغداد ٹاؤن، مورخہ: 07 اکتوبر 2017ء

بیان کیا ہے کہ فلاں حدیث کے بارے میں امام بخاری سے میں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ’’حسن‘‘ ہے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام علی المدینی کے ہاں بھی یہ اصطلاح ہمیں ملتی ہے۔ الغرض امام ترمذی سے بہت پہلے درجنوں ایسے ائمہ حدیث تھے جو ’’حسن‘‘ کی اصطلاح کو باقاعدہ اصطلاحی معنی میں استعمال کرتے تھے اور حدیث کی سند پر حکم لگاتے تھے۔ لہٰذا یہ ایک قدیم تقسیم ہے۔

اختلاف اور علمی مزاج

علامہ ابن تیمیہ سے عقائد کے بعض پہلوؤں پر ہمارا اختلاف ہے۔ وہ اختلاف اپنی جگہ۔ میری طبیعت ایسی نہیں کہ اختلاف کی وجہ سے کسی کو پنجابی والا مردود بنا دوں۔ یہ شیوۂ اہلِ علم نہیں ہے۔ ہمارے ہاں اختلاف ہو تو برداشت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جس سے اختلاف ہو تو ہم اسے پنجابی والا مردود بنادیتے ہیں، اُس پر کفر کے فتوے لگادیتے ہیں، اُس کو مسجد میں امامت سے بھی ہٹا دیا جاتا ہے حتی کہ اُسے توبہ تائب ہونے کا کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں برداشت کی بہت کمی اور تنگ نظری کی کثرت ہے۔ بارہ تیرہ سو سال کی علمی تاریخ پر اگر نظر دوڑائیں تو ایسا مزاج ہمیں کہیں نظر نہیں آتا۔ ائمہ کے مابین اختلاف بھی ہوتا تھا مگر وہ کسی کو کافر نہیں بناتے تھے اور نہ دائرۂ اسلام سے خارج کرتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ کے ساتھ کثیر علماء نے اختلاف کیا ہے، ان کے رد سے کتابیں بھری پڑی ہیں مگر میری نظر سے نہیں گزرا کہ کسی نے اُن سے اختلاف کرتے ہوئے حیا کا دامن ہاتھ سے چھوڑا ہو۔ رد کرنے والے بھی القاب کے ساتھ ان کا نام لکھتے ہیں۔ اختلاف بھی تھا مگر عزت، تعظیم اور وتوقیر و حیا بھی تھا۔ یہ علم کا شیوہ تھا۔ افسوس! ہماری زندگی سے علم کا یہ شیوہ ختم ہوگیا ہے۔

مسالک کے اختلاف آج پیدا نہیں ہوئے مگر اس کے باوجود جب ہم مختلف کتب میں ان مصنفین کے دوسروں کے بارے میں مختلف اقوال اور فتاویٰ پڑھتے ہیں تو یہ واضح نظر آتا ہے کہ کسی نے اپنے سے مختلف رائے اور فتویٰ دینے والے کو کافر نہیں کہا، خارج از اسلام نہیں کیا، اس لیے کہ علم کے مزاج میں ایک وسعت، تحمل اور حلم ہوتا ہے۔ امام اعظم، امام بخاری، امام مالک اور کئی ائمہ سے دیگر ائمہ علم نے اختلاف کیا، فتوے دیے مگر کسی زمانے میں ایک عالم کے یا وقت کے امام کے فتویٰ کو باقی اہلِ علم دین اور مسلک نہیں بنا لیتے تھے بلکہ فتویٰ، فتویٰ رہتا تھا، مسلک، مسلک اور عقیدہ، عقیدہ رہتا تھا۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ فتویٰ اپنے درجے میں قائم ہوتا تھا خواہ کوئی اُس کی پیروی کرے یا اُس سے اختلاف کرے۔ مگر فتویٰ تاریخِ علم میں کبھی مسلک اور مذہب نہیں بنا۔ فتویٰ اور مذہب و مسلک میں فرق رہتا تھا۔ مکاتبِ فکر بھی ہوتے تھے، اساتذہ و تلامذہ، مدارس، نسبتیں اور سلاسل بھی ہوتے تھے مگر ایک دوسرے کو اسلام سے خارج نہیں کرتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ کے علمی تبحر میں کوئی شک نہیں ہے۔ کئی امور پر ان سے اختلاف ہے، ان علمی امور کو ہم رد کرتے ہیں۔ علمی بات کا رد علم سے کیا جائے، فتویٰ کے ڈنڈے اور تلوار سے نہ کیا جائے۔ یہی مردانہ طریقہ اور شیوۂ اہلِ علم ہے۔ اگر یہ وطیرہ اپنا لیں تو تمام مسالک اور طبقات کے درمیان قربت پیدا ہو جائے۔ جہاں جہاں اختلاف ہے، وہاں الگ رہیں اور جہاں اتفاق ہے، وہاں اکٹھے ہو جائیں۔

اصح الاسانید

اس ضمنی وضاحت کے بعد اب علم الحدیث کی ایک اور اصطلاح ’’اصح الاسانید‘‘ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ حدیث صحیح کے باب میں اصح الاسانید کی اصطلاح کثرت سے استعمال ہوتی ہے کہ یہ حدیث اصح الاسانید ہے یعنی یہ سب سے صحیح ترین سند ہے۔ مختلف اسناد کو اصح الاسانید کہا گیا ہے، مثلاً: امام بخاری نے کہا کہ یہ اصح الاسانید ہے:

محمد بن مسلم بن شهاب زهري عن سالم بن عبدالله بن عمر عن أبيه.

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ یہ اصح الاسانید ہے:

مالک عن نافع عن ابن عمر.

کسی نے کہا کہ یہ سند اصح الاسانید ہے:

سفيان الثوري عن منصور عن إبراهيم النخعي عن علقمة عن عبدالله بن مسعود.

امام عبدالرزاق نے کہا کہ یہ اصح الاسانید ہے:

الزهري عن زين العابدين عن أبيه الحسين عن جده علي ابن أبي طالب.

اصح الاسانید کے حوالے سے علماء کا ایک طبقہ یہ رائے رکھتا ہے کہ مذکورہ بالا اسانید اصح الاسانید ہیں، مگر جمہور علماء کا مذہب مختار یہ ہے کہ کسی ایک سند کو علی الاطلاق یعنی مطلقاً اصح الاسانید (سب سندوں سے صحیح ترین سند) قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں! نسبت کے اعتبار سے ہو سکتا ہے مثلاً: فلاں سند سیدنا صدیق اکبرؓ کی روایت کے لئے سب سے اعلیٰ ہے۔۔۔ فلاں سیدنا عمرؓ کی روایت کے لئے سب سے اعلیٰ ہے۔۔۔ فلاں سیدنا علی شیر خداؓ کی روایت کے لئے سب سے زیادہ اعلیٰ ہے۔۔۔ فلاں حضرت ابوھریرہؓ کی روایت کے لئے سب سے اعلیٰ ہے۔۔۔ فلاں حضرت ابن عمرؓ کی روایت کے لئے سب سے زیادہ اعلیٰ ہے۔۔۔ فلاں عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت کے لئے سب سے زیادہ اعلیٰ ہے۔۔۔ فلاں انس ابن مالکؓ کی روایت کے لئے سب سے زیادہ اعلیٰ ہے۔۔۔ فلاں اہل بیت کی روایت کے لئے سب سے اعلیٰ سند ہے۔۔۔ اس طرح اہلِ مکہ، مصریین، شامیین، یعنی ایک نسبت، ایک ملک اور شہر کو مقرر کر کے یا ایک صحابی کو مقرر کر کے اُن کی سند کو کہہ سکتے ہیں کہ سب اسناد سے یہ طریق صحیح ترین اور اعلیٰ ہے۔ مگر علی الاطلاق یہ کہنا کہ فلاں سند سب سے اصح ہے، یہ قول مذہب مختار نہیں ہے۔

حدیث صحیح کے مراتب

کیا حدیث صحیح کے کوئی مراتب بھی ہیں کہ جس سے ثابت ہو کہ فلاں کتاب یا فلاں سند اور طریق سے کوئی حدیث ثابت ہو تو اُسے سب سے اوپر درجہ کی صحیح سمجھیں گے؟

یعنی ساری احادیث پر حکم تو صحیح کا ہو مگر کیا اُن کے اندر کوئی مرتبہ اور درجہ بھی ہے کہ درجے میں اعلیٰ اور ادنیٰ حدیث صحیح کون سی ہے؟ یاد رکھ لیجئے کہ جیسے حدیث ضعیف میں بے شمار مراتب ہیں اور آخری اشر مرتبہ ''موضوع'' ہے اور بہت اوپر جا کر مرسل بھی حدیث ضعیف میں آ جاتی ہے، اسی طرح حدیث صحیح کے بھی کئی مراتب ہیں۔

حدیث صحیح کی تقسیم سبعی

مقدمہ ابن الصلاح میں حدیث صحیح کے مراتب کی معرفت کا عنوان قائم کیا گیا ہے کہ حدیث صحیح کے درج ذیل مراتب ہیں:

۱۔ صحيح أخرجه البخاري و مسلم جميعاً

وہ حدیث صحیح جسے امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہو، یعنی جو حدیث متفق علیہ ہو۔ حدیثِ صحیح کا سب سے اعلیٰ اور پہلا درجہ ہے۔

۲۔ صحيح إنفرد به البخاري، أي عن مسلم

وہ حدیث صحیح جسے صرف امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہو اور امام مسلم نے روایت نہ کیا ہو۔ ایسی حدیث مفرادات بخاری میں سے ہے۔ یہ حدیثِ صحیح کا دوسرا درجہ ہے۔

۳۔ صحيح إنفرد به مسلم، عن البخاري

وہ حدیث صحیح جسے صرف امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہو مگر اُسے امام بخاری نے روایت نہ کیا ہو۔ ایسی حدیث مفرادات مسلم میں سے ہے۔ یہ حدیث صحیح کا تیسرا درجہ ہے۔

۴۔ صحيح علی شرطهما لم يُخرجاه

وہ حدیث صحیح جسے امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے چھوڑ دیا ہو، یعنی اس کی تخریج نہ کی ہو مگر اس حدیث کی سند امام بخاری اور امام مسلم دونوں کی شروط صحت پر پوری اترتی ہو۔ یہ حدیث صحیح کا چوتھا درجہ ہے۔

☆ اس موقع پر یہ بھی وضاحت کردوں کہ امام بخاری نے لفظاً شروط مقرر نہیں کیں کہ میری یہ یہ شرائط صحت ہیں، اگر یہ شرائط ہوں تو حدیث صحیح ہوگی اور اسے میں اپنی الصحیح میں درج کروں گا، یعنی امام بخاری نے متعین کر کے نہیں فرمایا۔ امام بخاری کی شرائطِ صحت استقراءً معلوم ہوتی ہیں، صحیح بخاری کے نام سے معلوم ہوتی ہیں یا اُن کی جمع کردہ احادیث کی اسناد کو پڑھ کر معلوم ہوتی ہیں جبکہ امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں اپنی شرائطِ صحیح کا ایک معیار مقرر کر کے اسے بیان کر دیا ہے۔

۵۔ صحيح علی شرط البخاری لم يخرجه

وہ حدیث صحیح جو صرف امام بخاری کی شرائط صحیح کے مطابق ہے، مگر امام بخاری نے اسے روایت نہ کیا ہو۔ یہ حدیث صحیح کا پانچواں درجہ ہے۔

۶۔ صحيح علی شرط مسلم لم يخرجه

وہ حدیث صحیح جو شرائط مسلم کے مطابق صحیح ہو، مگر امام مسلم نے روایت نہ کیا ہو۔ یہ حدیثِ صحیح کا چھٹا درجہ ہے۔

۷۔ صحیح عند غیرهما ولیس علی شرط واحد منهما (ابن الصلاح، المقدمۃ، ص ۹۰۸)

وہ حدیث صحیح جو (امام بخاری و مسلم) دونوں میں سے کسی کی بھی شرائط صحت پر پوری نہیں اترتی۔ یہ حدیث صحیح کا ساتواں درجہ ہے۔ گویا ساتواں درجہ صحیح وہ ہے جو بخاری و مسلم دونوں کی شرائط پر نہیں بلکہ کسی اور محدث، جارح و معدل امام کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔

کیا کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لیے اس کا صحیح بخاری میں ہونا ضروری ہے؟

حدیث صحیح کے ساتویں درجے کے حوالے سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی حدیث امام بخاری و مسلم کی شروطِ صحت پر بھی پوری نہیں اترتی تب بھی وہ حدیث صحیح کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حدیث اس لئے صحیح ہے کہ کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہی نہیں ہے کہ اسے بخاری یا مسلم نے روایت کیا ہو۔ بارہ سو سال کی علوم الحدیث کی تاریخ میں کسی عالم اور امام نے یہ نہیں لکھا کہ حدیث صحیح کے لئے شرط ہے کہ اسے امام بخاری یا امام مسلم نے روایت کیا ہو۔

افسوس کہ آج وہ لوگ جنہوں نے متفنن و متبحر اساتذہ کے پاس علم حدیث نہیں پڑھا، جنہوں نے بخاری، مسلم، ابن الصلاح، عسقلانی، نووی، سیوطی، عراقی، سخاوی، قسطلانی، عینی رحمھم اللہ، الغرض کسی بھی امام حدیث کو نہیں پڑھا اور خود وہ صرف مسجد کے امام ہیں، یہ لوگ لاعلمی کے سبب کہتے ہیں کہ میں فلاں حدیث کو نہیں مانتا، اس لیے کہ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا۔ کہتے ہیں کہ ''دکھاؤ! اگر بخاری میں ہے تو مانتا ہوں، مسلم میں ہے تو مانتا ہوں، ورنہ نہیں مانتا''۔

میں ایسا کہنے والے سے کہتا ہوں کہ تم تیرہ سو سال میں کسی ایک امام کو دکھا دو کہ جس نے کہا ہو کہ ''جس حدیث کو بخاری روایت نہ کریں، اسے میں نہیں مانتا۔ جو بخاری میں نہ ہو وہ صحیح نہیں یا جو مسلم میں نہ ہو، وہ صحیح نہیں''۔ ایسے لوگ نہ امام ہیں اور نہ عالم۔ ایسا کہنے والوں کا علمِ حدیث سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ افسوس کہ ایسے لوگ جہالت کو علم کا نام دے رہے ہیں۔

80ء کی دہائی کی بات ہے کہ جب میں سمن آباد میں رہتا تھا، ہمارے گھر کے قریب ایک مسجد تھی، اُس کے امام صاحب ہر جمعہ کی شام مجھے ملنے آتے تھے۔ میں ان سے پوچھتا تھا کہ آج خطبہ جمعہ میں کیا بیان فرمایا؟ تو وہ مجھے بتاتے کہ فلاں فلاں موضوع تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے ایک جمعہ کے خطاب میں کوئی مسئلہ غلط بیان کر دیا۔ شام کو آئے مجھے بتایا کہ میں نے آج یہ بیان کیا ہے۔ میں نے کہا: یہ تو غلط ہے، اصل مسئلہ تو یہ ہے۔ انہوں نے کہا: اچھا، اگلے جمعہ پر میں اس کی تصحیح کر دوں گا۔ اگلے جمعہ پر انہوں نے خطاب کیا اور کہا: کہ ''پچھلے جمعہ پر جو بات میں نے کہی تھی، وہ قول ائمہ کا نہیں ہے، صرف ایک امام کا ہے۔ وہ مذہب نہیں ہے، اُس کو مت مانیں، اصل مذہب یہ ہے''۔ شام کو میرے پاس آئے تو میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا بتایا؟ انہوں نے جو بیان کیا تھا، وہ بتادیا۔ میں نے کہا: مولانا! وہ ایک امام کون سے ہیں جن کا وہ قول ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں بھی تو ایک امام ہوں۔ میں نے کہا: آپ تو امام مسجد ہیں۔ انہوں نے کہا: میں نے مسجد کا لفظ تو استعمال نہیں کیا۔ ہر کوئی مجھے بھی امام صاحب ہی کہتا ہے۔

اس طرح کا کوئی امام ہے تو حدیثِ صحیح ہونے کے لیے بخاری و مسلم میں لازمی موجودگی کی شرط اُس کا جہالت پر مبنی قول تو ہوسکتا ہے مگر علم حدیث، علم تفسیر، علم فقہ اور علم عقیدہ کے کسی امام نے بارہ سو سال میں ایسی کوئی شرط بیان نہیں کی۔

حدیث صحیح کی مذکورہ تقسیم سبعی (سات مراتب) کو ہر امام نے قبول کیا اور لکھا ہے۔ حدیث صحیح کے یہ مراتب اور تقسیم ابن الصلاح نے کی اور امام نووی، حافظ عسقلانی، زین الدین عراقی، زرکشی اور امام سیوطی رحمھم اللہ سمیت تمام ائمہ اس تقسیم پر چلتے چلے آئے ہیں۔

☆ میں حدیثِ صحیح کے مراتب اور تقسیم کو ایک اور زاویہ نظر سے دیکھتا ہوں۔ میں علی الاطلاق اس مذکورہ تقسیم کے حق میں نہیں ہوں۔ جو متفق علیہ ہے، یہ سب سے بلند درجہ ہے، یہاں تک کامل اتفاق ہے۔ باقی درجاتِ حدیثِ صحیح مسلّمہ نہیں ہیں، جملۃً ہیں، فرداً فرداً قابلِ قبول نہیں۔ اس پر آئندہ بات ہوگی۔

❁❁❁❁❁

الفقہ: آپ کے فقہی مسائل

بلائیں، وبائیں اور دعائیں

بلاؤں اور وباؤں سے بچنے کے لئے خود احتسابی ضروری ہے

دنیا جس راستے پر چل رہی ہے وہ فلاح کا راستہ نہیں ہے

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

پہلے ٹی بی، کینسر، ہیضہ، چیچک، بلڈ پریشر، ہارٹ اٹیک، پھر ڈینگی اور اب کرونا۔ معاذ اللہ، ایک سے ایک خطرناک بیماریاں، ہلاکتیں، مجبوریاں اور معذوریاں۔ ان عذابوں سے قوم بچی، نہ ملک، نہ غریب، نہ امیر، نہ مسلم، نہ غیر مسلم، نہ نیک، نہ بد۔

ہمارے حکمران، سیاستدان، علماء، صوفیا، ڈاکٹرز، حکماء کی ایک آنکھ کھلی ہے، شاید اس لیے کہ ہم اس عالمگیر وباء کے اس ایک پہلو کو دنیا کے آگے پیش کر کے اپنا دکھ درد انہیں دکھا کر ان کی ہمدردیاں حاصل کر سکیں، نتیجہ میں ان کے دل ہماری حالتِ زار پر پسیج جائیں اور ہماری آنکھوں سے بہتے قطروں پر ترس کھا کر ان کے دستِ کرم سے ابرِ کرم کے چند قطرے ہمارے پھیلے کشکول میں بھی آ گریں اور مصیبت کی یہ گھڑی ہمارے لیے ساعتِ ہمایوں ہو جائے اور ہماری جیبیں مانگے تانگے سے بھر جائیں۔ مصیبت زدوں کی حالت دیکھیں اور بڑوں کی سنگدلیوں کو بھی دیکھیں۔ سورہ نمل کو پڑھیے۔ ارشاد فرمایا:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط ءَ اِلٰـهٌ مَّعَ اللهِ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ. (النمل، ۲۷: ۶۲)

’’بلکہ وہ کون ہے جو بے قرار شخص کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) وارث و جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور بھی) معبود ہے؟ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو‘‘۔

سورۃ یونس کو پڑھیے، وہاں بھی یہی مضمون ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ج وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (یونس، ۱۰: ۱۰۷)

’’اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو کوئی اس کے فضل کو رد کرنے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے، اور وہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے‘‘۔

سورہ البقرہ میں یہ مضمون یوں بیان فرمایا:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ. (البقرہ، ۲: ۱۸۶)

’’اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے، پس انہیں چاہیے کہ میری فرمانبرداری اختیار کریں اور مجھ پر پختہ یقین رکھیں تا کہ وہ راہِ (مراد) پا جائیں‘‘۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہماری دعائیں ان بلاؤں اور وباؤں کو دور کرنے کے لیے کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ اس کے

لیے ہمیں اِدھر اُدھر سے پوچھنے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنے دل سے پوچھنا ہوگا کہ ایسا کیونکر ہے؟

ہم مسلمان بھی ہیں، صدقہ و خیرات بھی دیتے ہیں، دعائیں اتنی کہ ماضی میں سلف صالحین کی مجالس میں کبھی نہیں ہوتی ہونگی، بے مثال عبادت گزار، بے حد دعائیں، مگر۔۔۔۔؟ اس معاملہ کو دوسری نگاہ سے دیکھیں تو سمجھ آجاتی ہے۔ آیئے احادیث مبارکہ کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل جانتے ہیں:

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: اے! اللہ میں نے آپ سے وعدہ لیا ہے، آپ مجھ سے اس کے خلاف ہرگز نہ کریں گے، میں تو صرف آدمی ہوں، سو میں جس مسلمان کو ناجائز طور پر تکلیف دوں، برا بھلا کہوں، لعنت کروں، کوڑا ماروں تو آپ اسے اس کیلئے، گناہوں کے میل سے صفائی ستھرائی اور قیامت کے دن اسے اپنی قربت کا وسیلہ بنا دینا (متفق علیہ)

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا، وان اللہ امر المومنین بمآ امر به المرسلین فقال یایها الرسل کلوا من طیبت واعملوا صالحا وقال تعالیٰ یایها الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم.

بیشک اللہ صاف ستھرا پاکیزہ ہے، وہ صرف صاف پاکیزہ مال سے دیا گیا صدقہ ہی قبول فرماتا ہے اور بیشک اللہ نے مسلمانوں کو اسی کا حکم دیا ہے جس کا رسولوں کو دیا ہے۔ فرمایا: اے رسولو! صاف ستھرا حلال کھاؤ، اور نیک کام کرو اور مسلمانوں کو حکم دیا: اے ایمان والو! ستھرا، حلال رزق جو ہم نے تم کو دیا، اس میں سے (سارا نہیں) کچھ حسبِ ضرورت کھاؤ اور باقی ضرورت مندوں پر خرچ کرو۔ (متفق علیہ)

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بیشک اللہ پاک صاف ہے، پاکیزہ مال سے دیا ہوا ہی قبول فرماتا ہے، اور بیشک اللہ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا جو رسولوں کو فرمایا: اے رسول! حلال صاف چیزوں سے کچھ حسبِ ضرورت کھاؤ اور نیک کام کرو، اور اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں کو بھی یہی حکم ہے، فرمایا: اے ایمان والو کھاؤ ہمارے دیئے ہوئے ستھرے رزق سے۔

۴۔ حضور پاک ﷺ نے ایک دفعہ ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا:

یطیل السفر اشعث واغبر یمد یدیه الی السمآء یارب یارب ومطعمه حرام و مشربه حرام وملبسه حرام غذی بالحرام فانی یستجاب لذلک.

جو لمبا سفر کرتا ہے (حج یا عمرہ، یا تبلیغ، یا طلبِ علم یا تجارت، یا سیر و سیاحت یا مزارات کی زیارت، یا جہاد یا طلب معاش وغیرہ کیلئے) بال بکھرے، جسم و لباس پسینے و میل، گردو غبار سے اٹے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یا رب! یارب! کی صدائیں پکارتا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اس کی غذا، حرام، تو اس حال میں اس کی دعا کیسے قبول ہو‘ (مسلم)

۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ منه، امن الحلال امن من الحرام.

لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ آدمی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس سے جو لیا گیا ہے آیا حلال سے یا حرام سے (بخاری)

۶۔ حضرت مقداد بن معدیکربؓ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدیه وان نبی اللہ دائود علیه کان یاکل من عمل یدیه.

کسی نے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا نہیں کھایا، اور بیشک اللہ کے نبی داؤدؑ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے (بخاری)

۷۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعة رحم مالم یستعجل، قیل یارسول اللہ: ما الا ستعجال؟ قال: یقول قد دعوت وقد دعوت فلم ار یستجاب لی فیستحسر عند ذلک ویدع الدعآء.

بندے کی دعا قبول ہوتی ہے، جب تک گناہ کی نہ ہو، یا قطع رحمی (رشتہ داروں) کے خلاف نہ ہو، جب تک جلد بازی نہ کرے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: یہ کہے: میں نے دعا مانگی، میں نے دعا مانگی، میرا

نہیں خیال کہ قبول ہوگی، اس وقت مایوس و درماندہ ہو جائے اور دعا مانگنا ہی چھوڑ دے۔ (مسلم)

اپنے جرائم کا اعتراف کرنا ہوگا

ان بلاؤں اور وباؤں سے بچنے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لیے مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کی روشنی میں اپنے اقوال، اعمال اور احوال پر غور کرنا ہوگا کہ ہم کن کن اخلاقی، معاشی، معاشرتی، دینی، مذہبی اور ثقافتی خرابیوں کا شکار ہیں۔ ہمیں اپنی اِن جملہ کوتاہیوں، غلطیوں، ہٹ دھرمیوں کا اعتراف کرنا ہوگا اور پھر اِس کے بعد اِن تمام معاشرتی اور اخلاقی رذائل کو ترک کرنا ہوگا۔ اِن خرابیوں کو خیر باد کہنا ہوگا جن میں ہم ملوث ہیں۔

کلمہ طیبہ پر غور کریں کہ وہاں بھی اعتراف اور ترک کرنے کی تعلیم پہلے ہے۔ پہلے غلطی کا اعتراف، ''لا الہ''، پھر اس کا انکار و ترک۔ دنیا بھی پہلے اپنے جرائم کا اعتراف کرے، پھر اس سے کنارہ کش ہو اور پھر تقویٰ کی صورت میں بیماری کی صحیح تشخیص کرے، ان پابندیوں پر عمل کرے جن کو اللہ و رسول ﷺ نے عائد کیا ہے۔ پہلے صحیح توبہ یعنی توبۃ النصوح لازم ہے۔

یاد رکھیں! دنیا جن راہوں پر چل رہی ہے، وہ منزل فلاح کی طرف پہنچانے والی نہیں۔ آج دنیا میں عدل نہیں، ظلم ہے۔ حکمران اس ظالمانہ نظام کے محافظ ہیں۔ عدالتیں ظالموں کو تحفظ اور مظلوموں کو انصاف سے محروم کررہی ہیں۔ ہر بااثر اور طاقتور طبقہ کمزور طبقات کے حقوق پامال کررہا ہے اور اِن تمام مضبوط طبقات کو حکام بالا کی تائید بھی حاصل ہے۔ اندریں حالات اِن وباؤں اور بلاؤں سے نجات کے لیے کاوشیں اور دعائیں کیسے رنگ لاسکتی ہیں؟

ہمارے ہاں قتلِ ناحق، سود، زنا، رشوت، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ عام ہے۔۔۔ جاگیرداری، پٹواری اور نمبرداری کلچر نے لوگوں کو محکوم بنا رکھا ہے۔۔۔ ہر شعبہ حیات اور ہر ادارہ کرپشن میں ملوث ہے۔۔۔ جہالت، غربت، بیماری کے جابجا ڈیرے ہیں۔۔۔ مملکتِ خداداد کے رہنے والوں کا کوئی حال، کوئی ماضی، کوئی مستقبل نہیں۔۔۔ یہ تمام اصل میں غلام ہیں اور اس حقیقت کو کبھی نہ بھولیے کہ یہ بدترین غلامی ہے۔

☆ مذکورہ بالا تمام راہیں گناہ وظلم کی راہیں ہیں جن پر ہم سرپٹ دوڑے جارہے ہیں اور زبان پر توبہ توبہ کا وظیفہ بھی زور و شور سے جاری ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ توبہ نہیں مذاق ہے۔ مساجد و مقابر میں حاضر ہیں مگر ذہن میں جرائم و گناہوں سے باز آنے اور ان طریقوں کو چھوڑ کر راہ ہدایت پر چلنے کی نیت نہیں۔ ظاہر ہے کہ ظلم و گناہوں کے ترک کیے اور نیکی اپنائے بغیر نہ توبہ قبول ہے، نہ نیکی کا حصول ممکن۔

تَابَ یَتُوْبُ تَوْبَۃً کا مطلب ہے رَجَعَ یَرْجِعُ رَجُوْعًا لوٹنا، پلٹ کر آنا۔ یعنی گناہ سے نیکی کی طرف۔۔۔ ظلم سے عدل کی طرف۔۔۔ جھوٹ سے سچ کی طرف پلٹ کر آنا۔ جن لوگوں نے عوام کا پیسہ کھایا ہے، پہلے وہ لوٹا ہوا مال واپس کریں چاہے ذلت آمیز سزا سے پہلے یا بعد۔۔۔ جنہوں نے ناحق مرد، عورتیں، بچے، جوان، بزرگ، اندھا دھند قتل کیے، سینکڑوں زخمی اور عمر بھر کیلئے معذور کیے، بے گناہ حاملہ عورتوں کے منہ میں گولیاں ماریں، چادر اور چار دیواری کی دھجیاں اڑائیں، بے گناہ بزرگوں، سفید ریش چہروں اور اجلے صاف کپڑوں کو خونِ ناحق سے رنگین کیا، بچوں کو یتیم، عورتوں کو بیوہ بنایا، اُن کو کیفرِ کردار تک پہنچائے بغیر ظاہراً کیے گئے نیک اعمال کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

آج ہم انفرادی و اجتماعی سطح پر جن بلاؤں اور وباؤں کا شکار ہیں اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ ارشاد فرمایا:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ .

''بحر و بر میں فساد ان (گناہوں) کے باعث پھیل گیا ہے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کما رکھے ہیں''۔ (الروم، ۳۰: ۴۱)

دعاؤں کی قبولیت کے لیے پہلے اس فساد کو دور کرنا ہوگا۔ اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا ہوگا۔ نیک اعمال کی طرف راغب ہونے کے ساتھ ساتھ برائیوں کو بھی ترک کرنا ہوگا۔ ہر معاشرتی اور اخلاقی برائی کا سدِ باب کرکے ہی ہم اللہ کی رحمت و مغفرت کے حقدار بن سکتے ہیں۔

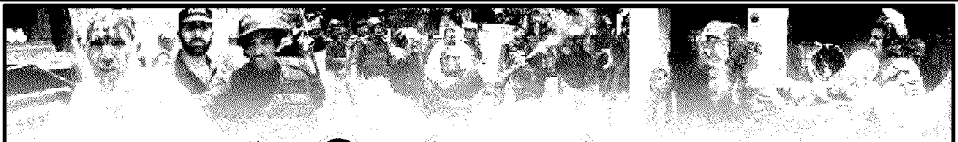

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے 6 سال

ظلم کے خلاف احتجاج کرنے والے پابند سلاسل، قاتل دندناتے پھر رہے ہیں

سپریم کورٹ کے حکم پر قائم ہونے والی دوسری جے آئی ٹی کو تحقیقات سے روک دیا گیا

نعیم الدین چودھری ایڈووکیٹ ہائیکورٹ ☆

17 جون 2020ء کو شہدائے ماڈل ٹاؤن کی چھٹی برسی ہے۔ جہاں ہمارے دل غم سے نڈھال ہیں وہاں ہمارے دلوں کو ایک اطمینان بھی میسر ہے کہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب کی حصولِ انصاف کی جدوجہد 6 سال بعد بھی پوری طاقت، عزم، استقامت کے ساتھ جاری ہے۔ حصولِ انصاف کی جدوجہد میں شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پر غیر متزلزل یقین اور اعتماد کا اظہار قابل فخر اور قابل تقلید ہے۔

شیخ الاسلام نے گزشتہ گزرے ہوئے چھ سالوں کا ہر دن حصول انصاف کی جدوجہد میں گزارا۔ الحمدللہ اس جدوجہد میں نہ قیادت کے عزم میں کوئی شکن آئی اور نہ ہی شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے عزم و ہمت اور حوصلے کو وقت کی نمرودی، فرعونی اور قارونی قوتیں متزلزل کر سکیں۔

17 جون 2014ء پاکستان کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے، جس دن نواز، شہباز حکومت نے طے شدہ منصوبہ بندی کے تحت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی رہائش گاہ اور ادارہ منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر جس طرح ریاستی دہشت گردی کی، پاکستان کی سیاسی اور سماجی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس سانحہ میں پاکستان عوامی تحریک اور ادارہ منہاج القرآن کے معصوم اور نہتے بے گناہ کارکنوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ دہشت گردی پر مبنی خونی مناظر پوری دنیا نے میڈیا چینلز کے ذریعے براہ راست دیکھے۔ اس المناک واقعہ میں 14 افراد شہید ہوئے جن میں دو خواتین بھی شامل تھیں اور سو سے زائد افراد کو سیدھی گولیاں ماری گئیں اور شدید زخمی کیا گیا جس میں سے کچھ افراد اپاہج بھی ہو چکے ہیں۔

سانحۂ ماڈل ٹاؤن ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے اس کا مقصد حکومت کے ماورائے آئین و قانون طرزِ حکمرانی کے خلاف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی جدوجہد کو روکنا تھا۔ بیریرز کو ہٹانا تو ایک بہانہ تھا اصل ایجنڈا ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور ان کی تحریک کو ختم کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بدنیت اور بددیانت عناصر کو ان کے ناپاک ارادوں سمیت نشانِ عبرت بنا دیا جبکہ دوسری طرف الحمدللہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی آواز اور تحریک منہاج القرآن کا پیغام پوری دنیا کے کونے کونے میں گونج رہا ہے۔

☆ 17 جون سے قبل جب سانحۂ ماڈل ٹاؤن کے لئے منصوبہ بندی ہو رہی تھی تو اس وقت کے IG پنجاب خان بیگ سے اس قتل وغارت گری کے لئے بات ہوئی تو اس نے انکار کر دیا تو مورخہ 14 جون 2014ء کو IG پنجاب خان بیگ کو OSD بنا دیا گیا اور 14 جون 2014ء کو ہی مشتاق احمد سکھیرا کا بطور IG پنجاب نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا۔ اس وقت

☆ ترجمان سانحہ ماڈل ٹاؤن لیگل ٹیم

کے DCO احمد جاوید قاضی سے جب بات ہوئی تو انہوں نے بھی اس طرح کی قتل و غارت گری کرنے سے انکار کردیا تو فوری طور پر ان کی جگہ نیا DCO کیپٹن (ر) عثمان کو لگا دیا گیا اور 14 جون 2014ء کو ہی ان کا بطور DCO نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا۔ کیپٹن (ر) عثمان سانحہ ماڈل ٹاؤن کے دوران بھی موقع پر موجود تھا اور سارے وقوعہ کی خود نگرانی وہدایت دیتا رہا۔ یہاں پر یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ آئی جی خان بیگ کو سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ساتھ نہ دینے کی پاداش میں اس کے عہدے پر بحال نہ کیا گیا بلکہ ریٹائرمنٹ تک OSD ہی رکھا گیا۔

☆ اگر سانحہ ماڈل ٹاؤن ایک حادثہ ہوتا تو سانحہ کے فوری بعد قتل و غارت گری میں ملوث افسران و اہلکاران کے خلاف سخت کارروائی ہوتی لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ سانحہ میں حصہ لینے والے تمام افسران و اہلکاران کو پرکشش عہدوں سے نوازا گیا انہیں آوٹ آف ٹرن ترقیاں دینے کے ساتھ ساتھ پسند کی تقرریاں بھی دی گئیں۔

اس سانحہ کا ایک اور دردناک پہلو یہ ہے کہ ظلم و ریاستی دہشت گردی کی ایک نئی تاریخ رقم کرکے پولیس کی مدعیت میں جھوٹی FIR 510/14 درج کرکے زخمی کارکنان اور اور مقتولین کے لواحقین کو گرفتار کرکے دنیا کی تاریخ میں ظلم و ناانصافی کی ایک

NOTE OF DISSENT

A JIT was composed by Govt of Punjab, Home Department vide its letter number SO/SPL-CTC)11-1/2-14 dated 21 June 2014 to investigate Model Town incident of 17 June 2014. We, the undersigned after carrying out investigation being part of JIT, opine that the investigation of case remains inconclusive due to following reasons:-

a. PAT/MQI did not accept composition of JIT being convened by Punjab Police. They neither appeared before JIT nor presented any evidence in their favor. The non appearance by PAT/MQI resulted in investigation of case basing on single version. Thus JIT remains as inconclusive due to non provision of substantial evidences by PAT/MQI.

b. The FIR of case as lodged by police become the basis of investigation. During the investigation, the said FIR has been found lacking credible information thus making the said FIR questionable. Hence, the same needs to be quashed.

c. During investigation, the record produced by the complainant i.e police further questions the credibility of registered FIR i.e record of weapons used by police and complete particulars of those who participated in Model town incident were not produced. Thus the investigation remains vague and inconclusive.

d. During investigation, those responsible in the complete chain did not appear before the investigation team which was thus not comprehensive enough and as such unable to fix responsibility on anyone squarely.

e. In view of reasons mentioned above, vague and generalized investigation, we consider this investigation as inconclusive as it is unable to objectively determine charges and fix responsibility on those responsible for Model town incident.

Lt Col
Mian Irfan Amin
(Inter Services Intelligence Lahore)
(Member JIT)
Dated: 22 Aug 2014

Lt Col
Yasir Kayani
(Military Intelligence Lahore)
(Member JIT)
Dated: 22 Aug 2014

نئی مثال قائم کردی۔ مقدمہ نمبر FIR 510/14 (پولیس مدعی) میں JIT تشکیل پائی جس میں دو ایجنسیوں (ISI,MI) کی نمائندگی بھی شامل تھی۔ ان دنوں ایجنسیوں نے اپنے اختلافی نوٹ میں تحریر کیا کہ اس FIR کو Quash ہونا چاہیے۔ اس اختلافی نوٹ میں FIR کو Quash کرنے کی وجوہات بھی تحریر کی گئیں لیکن اس کے باوجود اس مقدمہ کا چالان انسداد دہشت گردی کورٹ لاہور میں پیش کردیا گیا حالانکہ اختلافی نوٹ کی موجودگی میں اس مقدمے کا چالان عدالت میں پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح مقدمہ نمبر FIR 510/14 میں PAT اور ادارہ منہاج القرآن کے بے گناہ کارکنان جنوری 2015ء سے لے کر اب تک انسداددہشت گردی عدالت میں تقریباً 450 تاریخ پیشیاں بھگت چکے ہیں۔

سانحۂ ماڈل ٹاؤن کے فوری بعد متاثرین کی ایف آئی آر کا اندراج نہ ہوا۔ جسٹس آف پیس کے حکم کے باوجود بھی مقدمہ درج نہ ہوا تو جسٹس آف پیس کے حکم کے خلاف حکومتی وزراء (پرویز رشید، عابدشیرعلی، خواجہ سعد رفیق) نے لاہور ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن دائر کی جو لاہور ہائی کورٹ نے مورخہ 26 اگست 2014ء کو خارج کر دی لیکن اس کے باوجودFIR کا اندراج نہ ہوا کیونکہ اس سانحہ میں اس وقت کے وزیراعظم، وزیراعلیٰ پنجاب، وزیر قانون پنجاب، وزراء اور اعلیٰ پولیس افسران ملوث تھے۔

☆ دھرنا کے دوران چیف آف آرمی سٹاف کی مداخلت سے مورخہ 28 اگست 2014ء کو مقدمہ نمبر 696/14 کا اندراج ہوا اور دھرنا کے دوران ہی یقین دہانی کروائی گئی کہ JIT غیرجانبدار اور اورمدعی فریق کے اتفاق رائے سے بنائی جائے گی مگر اس وقت کی حکومت (جو اس سانحہ میں ملوث تھی) نے وعدہ سے انحراف کرتے ہوئے اپنی مرضی سے اپنے من پسند اور زیر اثر افسران پر مشتمل JIT تشکیل دے دی۔

مقدمہ نمبر 696/14 کی JIT کا سربراہ عبدالرزاق چیمہ کو لگایا گیا جو انہیں ملزمان کے تحت گوجرانوالہ اور لاہور میں اپنے فرائض سرانجام دے چکا تھا۔ پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے JIT کے سربراہ کے حوالے سے باضابطہ احتجاج ریکارڈ کرایا گیا اور حکومت کو غیر جانبدار جے آئی ٹی تشکیل دینے کا وعدہ یاد کرایا گیا مگر حکومت اپنی مرضی کی تفتیش رپورٹ حاصل کرنے کے لئے اس JIT کو تبدیل کرنے پر رضا مند نہ ہوئی جس پر آئی جی پنجاب کو بذریعہ تحریری لیٹرز غیر جانبدار جی آئی ٹی بنانے کے لئے بارہا درخواستیں ارسال کی گئیں لیکن ان درخواستوں کو نظر انداز کر دیا گیا اور حکومت نے اس JIT سے اپنی مرضی کے مطابق غیر منصفانہ اور بے بنیاد رپورٹ تیار کروائی۔ اس مقدمہ میں سابق وزیراعظم نواز شریف، سابق وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف، سابق وفاقی صوبائی وزراء اور پولیس افسران جو بطور ملزمان ایف آئی آر میں نامزد تھے، اس لیے بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان نامزد ملزمان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی اور ان تمام پولیس افسران اور گورنمنٹ کے بااثر افراد کو اس مقدمے سے نکال دیا گیا اور پاکستان عوامی تحریک کے 42 کارکنان جن کو مورخہ 17 جون 2014ء کو ہی مقدمہ نمبر 510/14 میں گرفتار کیا گیا تھا، ان 42 کارکنان کو اپنے ہی مقدمہ نمبر 696/14 میں بھی ملزم قرار دے کر انسداددہشت گردی کورٹ میں چالان پیش کردیا گیا۔ بعد ازاں ان 42 کارکنان کی اپنے ہی مقدمہ نمبر 696/14 میں ضمانتیں کروائی گئیں۔

☆ عوامی تحریک کے کارکنان کا ناحق چالان کرنے سے حکمرانوں کی مکمل بددیانتی سامنے آگئی تو استغاثہ دائر کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا، لہٰذا فوری طور پر انسداددہشت گردی عدالت لاہور میں جو بھی اس وقت شہادتیں موجود تھیں منسلک کرکے استغاثہ دائرکردیا گیا۔ استغاثہ کیس میں 56 زخمی وچشم دید گواہان کے بیانات مکمل ہونے کے بعد مورخہ 7 فروری 2017ء کو انسداد دہشت گردی کورٹ لاہور نے سانحۂ ماڈل ٹاؤن کیس میں کانسٹیبل سے لیکر آئی جی پنجاب تک اور DCO کیپٹن (ر) عثمان، TMO نشتر ٹاؤن علی عباس، AC ماڈل ٹاؤن طارق منظور چانڈیو کو طلب کرلیا تھا۔ لیکن گورنمنٹ اور بیورو کریسی کے وہ بارہ افراد جنہوں نے اس وقوعہ کی منصوبہ بندی کی تھی، ان کو طلب نہ کیا گیا۔ اس پر PAT نے ان بارہ افراد کی حد تک لاہور ہائی کورٹ میں Criminal

Revisionدائر کی۔ اس Criminal Revision کو لاہور ہائی کورٹ کے فل بینچ نے مورخہ 26 ستمبر 2018ء کو خارج کر دیا۔ لاہور ہائی کورٹ کے حکم مورخہ 26 ستمبر 2018ء کے خلاف سپریم کورٹ میں گئے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ اور بیوروکریسی کے 12 افراد جن کو ATC نے طلب نہیں کیا تھا ان کا کیس ابھی تک سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے۔ جس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔

☆ اسی طرح آئی جی پنجاب مشتاق احمد سکھیرا کی طلبی بھی انسداد دہشت گردی کورٹ لاہور میں ہوئی تھی لیکن مشتاق احمد سکھیرا نے بھی لاہور ہائیکورٹ میں اپنی طلبی کو چیلنج کیا تھا۔ مورخہ 26 ستمبر 2018ء کو اب کی بھی Criminal Revisionخارج ہو گئی تھی۔ IG مشتاق احمد سکھیرا Criminal Revisionخارج ہونے کے بعد انسداد دہشت گردی کورٹ لاہور میں پیش ہوگیا۔ جس کی وجہ سے استغاثہ کیس میں جتنا بھی ٹرائل ہوا تھا، اس نئے ملزم کے پیش ہونے پر ٹرائل DENOVO ہو گیا۔ اس طرح مشتاق احمد سکھیرااور دیگر تمام ملزمان پر مورخہ 15 اکتوبر 2018ء کو دوبارہ فردِ جرم عائد ہوئی اور ٹرائل DENOVOہونے کی وجہ سے مستغیث کا بیان انسداددہشت گردی کورٹ میں دوبارہ قلمبند ہوا ہے اور ملزمان کے وکلاء نے اب دوبارہ مستغیث پر جرح بھی کرنی ہے لیکن جرح کرنے سے پہلے ملزمان کے وکیل نے سیکشن 23 انسداددہشت گردی ایکٹ 1997ء کے تحت درخواست گزاری ہے کہ ان مقدمات میں 7ATA کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ان مقدمات میں 7ATA کو ختم کرکے مقدمات ordinary Court میں بھیج دیئے جائیں۔ ان درخواستوں پر فریقین کی طرف سے بحث مکمل ہو چکی ہے لیکن ملزمان کے وکلا نے مزید بحث کے لئے عدالت سے ٹائم مانگا ہے لیکن اب کروناوائرس کی وجہ سے ان مقدمات میں مزید کاروائی نہیں ہو رہی ہے۔

☆ جسٹس علی باقر نجفی کمیشن نے اپنی تحقیقات مکمل کر کے جو تحقیقاتی رپورٹ حکومت کو ارسال کی تھی، جس میں حکومت پنجاب اور پنجاب پولیس کو اس قتل وغارت گری کا ذمہ دار قرار دیا گیا تھا، اس رپورٹ کے حصول کے لئے سانحہ ماڈل ٹاؤن متاثرین کی طرف سے لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی تھی۔ جس کی جسٹس مظاہر علی اکبرنقوی جج لاہور ہائی کورٹ نے سماعت کی اور سیکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ، گورنمنٹ آف پنجاب کو حکم دیا کہ فوری طور پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو رپورٹ مہیا کی جائے لیکن لاہور ہائی کورٹ کے حکم کے باوجود گورنمنٹ آف پنجاب نے شہداء کے متاثرین کو رپورٹ فراہم نہ کی بلکہ اس آرڈر کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں انٹراکورٹ اپیل دائر کر دی جس کی لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ جسٹس عابدعزیز شیخ، جسٹس شہباز رضوی اور جسٹس قاضی محمد امین نے سماعت کی اور گورنمنٹ کی اپیل مورخہ 24 نومبر 2017ء کو خارج کر دی۔ انٹراکورٹ اپیل کے خارج ہونے کے بعد گورنمنٹ نے مجبور ہوکر اس رپورٹ کو پبلک کر دیا اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو بھی رپورٹ فراہم کر دی جس میں سانحہ ماڈل ٹاؤن میں تمام قتل وغارت گری کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہرایا ہوا ہے۔ اس رپورٹ کے ساتھ منسلک دستاویزات جس میں ملزمان کے بیان حلفی، ٹیلی فون ڈیٹا ریکارڈ، حساس اداروں کی رپورٹس وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تمام دستاویزات جو جسٹس علی باقر نجفی کمیشن رپورٹ کے ساتھ منسلکہ تھیں، افسوس کہ وہ سانحہ کے متاثرین کو آج تک فراہم نہ کی گئیں۔

ان تمام منسلکہ دستاویزات کے حصول کے لئے لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی ہوئی ہے جو کہ ابھی تک زیرسماعت ہے۔ جس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔

☆ انسداد دہشت گردی کورٹ لاہور میں استغاثہ کیس میں کانسٹیبل سے لے کر آئی جی تک، اسی طرح DCO کیپٹن ریٹائرڈ عثمان، TMO نشتر ٹاؤن علی عباس اور AC ماڈل ٹاؤن طارق منظور چانڈیو کا تو ٹرائل ہو رہا ہے لیکن گورنمنٹ اور بیوروکریسی کے 12 افراد نواز شریف، شہباز شریف، رانا ثناء اللہ اور دیگر ملزمان جنہوں نے اس سانحہ کی منصوبہ بندی کی تھی، جو اس سانحہ کے لیے مسلسل میٹنگ کر رہے تھے، منصوبہ بندی کر رہے تھے اور اس سازش کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے جنہوں نے آئی جی پنجاب کو تبدیل کیا اور اس طرح DCO کو تبدیل کیا

اور اس سانحہ کے فوری بعد مورخہ 17 جون 2014ء کو وقوعہ کے دن ہی سید احتشام قادرشاہ کو بطور پراسیکیوٹر جنرل تقرری کی گئی تاکہ کیس کو کنٹرول کیا جا سکے، ان تمام کا ٹرائل نہیں ہورہا ہے۔ ٹرائل تو بڑی دور کی بات اس وقت کے حکمرانوں نے احتشام قادر شاہ کو خصوصی پیکج و مراعات بھی دی گئیں۔ جب پراسیکیوٹر جنرل سید احتشام قادرشاہ کی مدت ملازمت ختم ہو گئی تو خصوصی آرڈیننس کے ذریعہ مدت ملازمت کو بڑھایا گیا۔

☆ اس سانحہ کے منصوبہ سازوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے اور اصل حقائق کو منظر عام پر لانے کے لیے اور اصل ملزمان تک پہنچنے کے لیے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ازسرنو انویسٹی گیشن ضروری تھی کیونکہ اس سے قبل JIT نے جو انویسٹی گیشن کی تھی وہ حقائق کے برعکس، جانبدار اور یکطرفہ کی گئی تھی تاکہ اصل حقائق سامنے نہ آسکیں اور اصل ملزمان کو بچایا جاسکے۔

اس مقصد کے لئے تنزیلہ امجد شہید کی بیٹی بسمہ امجد نے چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس میاں ثاقب نثار کو اپنی والدہ، پھوپھو اور دیگر شہداء کے انصاف کے لیے نئی JIT کی تشکیل کے لئے درخواست دی۔ مورخہ 6 اکتوبر 2018ء کو چیف جسٹس آف پاکستان کی سربراہی میں دو رکنی بینچ نے اس درخواست پر سماعت کی اور مورخہ 19 نومبر 2018ء کو اس درخواست پر ایک لارجر بینچ تشکیل دے دیا۔ جس کی سربراہی خود چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس میاں ثاقب نثار کے پاس تھی۔

مورخہ 5 دسمبر 2018ء کو سپریم کورٹ اسلام آباد میں چیف جسٹس آف پاکستان کی سربراہی میں لارجر بینچ نے اس درخواست پر سماعت کی اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے مقدمہ نمبر 696/14 میں JIT کی تشکیل دینے کا فیصلہ ہوگیا۔

بعد ازاں گورنمنٹ آف پنجاب نے مورخہ 3 جنوری 2019ء کو نوٹیفکیشن جاری کر دیا اور نئی JIT نے مورخہ 14 جنوری 2019ء سے لے کر 20 مارچ 2019ء تک سانحہ ماڈل ٹاؤن کی انویسٹی گیشن کی۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کی انویسٹی گیشن کے سلسلہ میں JIT کے سامنے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کی طرف سے تمام ثبوت زبانی دستاویزی شہادتوں کی شکل میں پیش کردیئے گئے۔ JIT نے سانحہ ماڈل ٹاؤن میں قتل وغارت گری کرنے والے تمام ملزمان بشمول میاں نوازشریف، میاں شہباز شریف اور رانا ثناء اللہ سے بھی تفتیش کی۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے منصوبہ ساز میاں نواز شریف، شہباز شریف اور رانا ثناء اللہ ودیگران سے جب JIT نے مختلف پہلوؤں پر تفتیش کی تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ وقوعہ کیوں ہوا؟ اس کے پیچھے کون کون سے سازشی عناصر موجود ہیں؟ کون کون اس سازش میں شریک تھے؟ یہ سازش کہاں سے چلی اور کس طرح اس سازش پر عملدرامد ہوا؟ تو کچھ قوتیں متحرک ہوگئیں اور انہوں نے JIT کی تشکیل کے نوٹیفکیشن کو معطل کروا دیا اور JIT کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کی انوسٹی گیشن سے روک دیا۔ ان قوتوں کو یہ فکر تھی کہ کہیں جے آئی ٹی ان تمام افراد جنہوں نے اس سانحہ کی منصوبہ بندی کی تھی، ان کو گنہگار ٹھہرا کر انسداد دہشتگردی کورٹ میں چالان پیش نہ کر دے اور ان کے ٹرائل کا آغاز نہ ہوجائے۔ یہاں تک کہ ایڈووکیٹ جنرل آفس کو بھی اس کیس کی فیکیشن اور بینچ کی تشکیل کا معلوم نہ ہوسکا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کو معلوم ہوا تو وہ فوری طور پر عدالت میں پہنچ گئے اور فل بینچ کے سامنے ساری صورتحال رکھی تو ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کو توہین عدالت کا نوٹس جاری کردیا گیا۔

☆ ہم نے اس فل بینچ کی تشکیل کو بھی لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ کے ذریعے چیلنج کیا ہوا ہے۔ اس رٹ کی maintability کے حوالے سے رجسٹرار آفس لاہورہائیکورٹ نے اعتراض لگادیا تھا۔ اب یہ رٹ As a objection case چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کے پاس زیر سماعت تھی لیکن جب بھی یہ کیس فکس ہوا تو چیف جسٹس، جسٹس سردار شمیم احمد خان کی طبیعت کی خرابی کی وجہ رخصت پر ہونے کی وجہ سے کیس کی سماعت نہ ہوسکی۔ اس کے بعد ابھی تک اس کیس میں کوئی تاریخ پیشی مقرر نہیں ہوئی ہے۔

☆ ہم نے JIT کے نوٹیفکیشن کی معطلی کے خلاف فل بنچ کے فیصلہ کے عبوری حکم 22 مارچ 2019ء کے خلاف سپریم کورٹ اسلام آباد میں CPLAS دائر کی تھیں جس کی سماعت

مورخہ 13 فروری 2020ء کو چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس گلزار احمد خان کی سربراہی میں تین رکنی بینچ نے کی جس میں سپریم کورٹ نے لاہور ہائی کورٹ میں نیا بینچ تشکیل دے کر اور ترجیحاً تین ماہ کے اندر فیصلہ کرنے کی ڈائریکشن دی ہے۔ اس طرح JIT کی تشکیل کے خلاف جو رٹ دائر ہوئی تھیں، وہ لاہور ہائی کورٹ میں ابھی تک زیر سماعت ہیں، ان کا فیصلہ ہونا باقی ہے، لاہور ہائی کورٹ نے اب فیصلہ کرنا ہے کہ مورخہ 3 جنوری 2014ء کے نوٹیفکیشن کے مطابق گورنمنٹ آف پنجاب کی طرف سے نئی JIT کی تشکیل صحیح ہوئی ہے یا نہیں؟

☆ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے حصول کی جدوجہد کو چھ سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ شہدائے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے لواحقین چھ سال گزر جانے کے بعد بھی انصاف سے محروم ہیں۔ انسداد دہشت گردی عدالت میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کا ٹرائل زیر سماعت ہے جبکہ سپریم کورٹ کے فلور پر تشکیل پانے والی جے آئی ٹی کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں کیسز ابھی تک زیر سماعت ہیں۔ اس طرح حصول انصاف کے لیے مسلسل قانونی چارہ جوئی کر رہے ہیں ہمیں قوی امید ہے کہ بے گناہوں کو قتل کرنے والے ایک نہ ایک دن اپنے عبرتناک انجام سے ضرور دوچار ہوں گے اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو انصاف ملے گا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ہمیشہ آئین و قانون کی بالادستی اور حقیقی جمہوریت کی بحالی کے لئے جدوجہد کی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 2014ء میں ایک سیاسی پروگرام دیا تھا، جسے 10 نکاتی ایجنڈے کا نام دیا گیا تھا، ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس ایجنڈے کے تحت فقط یہ مطالبہ کیا تھا کہ آئین کے بنیادی 40 آرٹیکلز پر عملدر آمد کیا جائے۔ انہوں نے ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی، بے روزگاری، کرپشن اور عوام کے حقوق کی بازیابی کے لیے ماہ جون 2014ء کو پاکستان میں آ کر حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کیا تو اُس وقت کی نواز، شہباز حکومت بوکھلا اُٹھی اور اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آئی اور مورخہ 17 جون 2014ء کو سانحہ ماڈل ٹاؤن برپا کیا۔ اپنے مذموم و مکروہ ایجنڈے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کارکنوں کو گھروں سے اُٹھانا شروع کر دیا۔ چادر اور چار دیواری کا تقدس بُری طرح پامال کیا گیا۔

☆ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ظلم کے خلاف جن کارکنوں نے احتجاج بلند کیا تھا تو اُس وقت کی حکومت نے پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان پر پنجاب بھر میں 56 ایف آئی آر درج کی تھیں اور ان مقدمات میں پولیس نے دہشتگردی دفعات کے تحت جھوٹے مقدمات درج کیے اور پولیس نے ہزاروں کارکنوں کو گرفتار بھی کیا تھا۔ ان میں سے اکثر مقدمات میں پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان بری ہو چکے ہیں۔

☆ اسی طرح سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کی قرآن خوانی کی تقریب میں میانوالی، خوشاب اور بھکر سے آنے والے کارکنوں پر بھیرہ انٹرچینج پر پولیس نے تشدد کیا اور پھر ان کو گرفتار کر کے دہشتگردی دفعات کے تحت مقدمہ نمبر 244/14 تھانہ بھیرہ درج کیا تھا اور مورخہ 18 اپریل 2019ء کو مقدمہ نمبر 244/14 تھانہ بھیرہ میں ان کارکنان کو انسداد دہشت گردی عدالت سرگودھا نے 88 افراد کو پانچ سال سزا اور 19 افراد کو سات سال کی سزا سنائی اور عدالت میں ہی ان تمام افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان 107 افراد کی اپیل فوری طور پر لاہور ہائیکورٹ میں دائر کی گئی اور 107 افراد میں سے کچھ نا بالغاں، بوڑھے اور بیمار بھی تھے، ان کی Suspension/Bails بھی لاہور ہائی کورٹ میں دائر کی ہوئی ہیں لیکن لاہور ہائیکورٹ میں ابھی تک مسلسل کوششوں کے باوجود مختلف تاریخوں میں مختلف بینچز کے پاس کیسز فکس ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ان 5 بینچز جن کے پاس Bails/Suspension یا اپیلز فکس ہوتی رہی ہیں، اس پر ابھی تک لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ اب الحمدللہ مورخہ 19 مئی 2020 کو جسٹس شہباز علی رضوی، جسٹس اسجد جاوید گھرال کے ڈویژن بنچ نے 13 افراد کی ضمانتیں منظور کر لی ہیں۔ آجکل کرونا وائرس کی وجہ سے لاہور ہائی کورٹ میں اپیلوں پر سماعت نہیں ہو رہی ہے اس لئے 107 افراد کی اپیلز پر سماعت نہیں ہوئی ۔ اس لئے اب دیگر تمام افراد کی بھی ضمانتیں Rule of Consistency کی بنیاد پر کروالی جائیں گی

❁❁❁❁❁

چمنستانِ مصطفوی کا سرمدی پھول

حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ

16 شوال المکرم یوم وصال کی مناسبت سے خصوصی تحریر

حضرت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ چمنستان مصطفوی کے ایک ایسے سرمدی پھول تھے جن کی زندگی کی شام ہوئے ایک عرصہ بیت گیا لیکن ان کے سیرت و کردار کی خوشبو اور ان کا جاری و ساری علمی و روحانی فیضان آج بھی مشام جاں کو معطر اور قلوب و اذہان کو منور کر رہا ہے۔

ظاہری و باطنی علوم کا حصول

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے والد گرامی قدر حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ نے سلف صالحین کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حصولِ علم و عرفان کے لیے جھنگ سے سیالکوٹ، لکھنو، حیدر آباد دکن اور بعد ازاں شرق اوسط کے طویل سفروں کی صعوبتیں اٹھائیں۔ گھر کے عیش و آرام کو چھوڑ کر ہر دیس کی مشکلات برداشت کیں، فقر و فاقہ اور بے آرامی کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور اپنے دور کے جید اور مشاہیر علماء اور مشائخ سے استفادہ کرتے ہوئے علوم دینیہ اور فنِ طب میں مہارت پیدا کی اور باطنی فیوضات حاصل کیے۔

امتِ مسلمہ اپنے دورِ زوال کے آغاز میں تعلیمی انحطاط کا شکار ہوئی۔ حضرت فرید ملتؒ کو اس کا شدت سے احساس تھا، اس لیے آپ نے حصولِ تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ آپ تحقیق وتصنیف کے فن میں ماہر تھے۔ علم و مطالعہ میں پختگی اور علومِ دینیہ سے جدید مسائل کے استنباط و استخراج پر آپ ملکہ رکھتے تھے۔ درس و تدریس میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپؒ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ چالیس برس پہلے کی پڑھی ہوئی کتاب کا حوالہ بھی من وعن دیتے اور دیکھنے پر ذرا برابر فرق نہ ہوتا۔

فرید ملتؒ کے اساتذہ اور مشائخ کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو ایک طرف برصغیر میں علامہ محمد یوسف سیالکوٹیؒ، مولانا عبدالحئ فرنگی محلی، مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا سردار احمد قادریؒ، حضرت ابوالبرکات سید احمد قادریؒ، جیسے متبحر علما کے اسمائے گرامی سامنے آتے ہیں تو دوسری طرف عرب دنیا کے حضرت مولانا عبدالشکور مہاجر مدنی، الشیخ علوی بن عباس المالکی اور شیخ محمد الکتانی الشامیؒ جیسے جید ماہرین علوم حدیث نظر آتے ہیں۔ علمِ طب میں آپ نے حکیم عبدالوہاب نابینا انصاریؒ، شفاء الملک حکیم عبدالحلیم لکھنوی، ڈاکٹر عبدالعزیز لکھنوی، حکیم محمد ہادی رضا اور حکیم محمد حسین رضا سے بھرپور استفادہ کیا۔

آپ نے اپنے معاصر علماء کے برعکس نئے دور کے تقاضوں کے مطابق جدید علوم کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں بھی کمال حاصل کیا۔ آپ نے طب یونانی میں شفاء الملک حکیم عبدالحلیم لکھنوی سے تلمذ حاصل کیا، انہوں نے آپ کو اپنا بیٹا (متبنیٰ) بنالیا اور پانچ سال اپنے پاس رکھ کر خصوصی تربیت دی۔ آپ نے حیدر آباد دکن میں حکیم عبدالوہاب نابینا انصاری سے نبض میں تخصص حاصل کیا۔

علومِ دینیہ اور طبی علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ فرید ملت وادیٔ تصوف میں بھی گامزن رہے۔ وقت کے مشاہیر صوفیاء کی خدمت میں حاضر ہوکر روحانی استفادہ کرتے رہے۔

عملی کاوشیں

حضرت فرید ملتؒ عملی جدوجہد پر یقین رکھتے تھے، آپ کی اِحیائے اسلام کے لیے کاوشیں صرف علمی و تحقیقی میدان تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ آپ نے عملی میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ سیاسی و مذہبی ہر دو پلیٹ فارمز پر سرگرمی سے شریک ہوئے۔ آپ دوران تعلیم دو مرتبہ لکھنو سے حکیم الامت علامہ اقبال سے ملاقات کے لیے لاہور آئے۔ زمانہ طالب علمی میں تحریک پاکستان میں کام کرتے رہے۔ کثیر علماء و مشائخ کے ساتھ رابطہ رہتا، دو مرتبہ پیر مہر علی شاہؒ کی خدمت میں بھی حاضری دی اور معاصر علمائے کرام کے ساتھ اکثر علمی مباحث ہوتی رہتیں۔ بڑے بڑے اہم مسائل پر حوالہ جات کے لیے اور اعتراضات کے رد کے لیے علمائے کرام ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جس مسئلہ پر وہ خطاب کرتے تھے اس مسئلے پر ان کا خطاب فیصلہ کن تسلیم کیا جاتا تھا۔

خطیبِ بے بدل

حضرت فرید ملتؒ صاحبِ طرز خطیب تھے، آپ فقہی، اصولی، منطقی اور معانی کی معلومات و مباحث کے بند قبا اس طرح کھول کر بیان کرتے کہ انسان دنگ رہ جاتا۔ یہ بھی آپ کے علمی مقام کا امتیاز تھا کہ جن جن مقامات و اجتماعات میں آپ کا جانا ہوتا ان میں آپ کا خطاب ہوتا اور اکثر آخری خطاب ہوتا۔ آپ اردو اور پنجابی میں انتہائی روانی کے ساتھ خطاب کرتے لیکن جب مثنوی شریف پڑھتے تو سُر اور طرز کے ساتھ لے میں پڑھتے تھے۔ آپ دینِ اسلام کی اصل روح کی ترویج اور شانِ رسالتِ مآب ﷺ کی بابت پائی جانے والی بدعقیدگی ختم کرنے کے لیے اکثر دینی و علمی مجالس میں شرکت کرتے اور لوگوں کے ذہنوں پر پڑی تشکیک کی گرد دور کرتے۔ جن احباب کو ان کا خطاب سننے، ان کی مجلس میں بیٹھنے، ان کے دلائل سننے اور استدلال جاننے کا موقع ملا ہے وہ گواہ ہیں کہ وہ جس مسئلہ پر خطاب کرتے ایسا لگتا کہ اب اس مسئلہ پر گفتگو کی ضرورت ہی نہیں، وہ فیصلہ کن اور حتمی خطاب ہوتا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی بیان کرتے ہیں:

’’حضرت علامہ ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کی خدمت میں حاضری اور استفادہ کا زیادہ موقع نہ مل سکا لیکن جو مختصر سا وقت ان کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کے ارشاداتِ عالیہ اور خطابِ دل نواز سننے کا ملا اس نے ہمیشہ کے لیے ان کا گرویدہ بنادیا اور ان کی عظمت کے اَن مٹ نقوش دل و دماغ پر ثبت اور منقش ہوکر رہ گئے۔ آپ کا انداز عام خطباء اور مقررین کے اسلوب و انداز سے بالکل منفرد تھا کہ آپ صرف اپنے مفید مدعا دلائل و براہین کے بیان پر اکتفاء نہ فرماتے بلکہ اس پر وارد ہونے والے اشکالات و اعتراضات کا بھی خود ہی ذکر فرماتے اور پھر ایسا جواب دیتے جو موجب اطمینان اور مورثِ ایقان ہوتا‘‘۔

سفر ہائے فرید

حضرت فرید ملتؒ نے سِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ کے حکمِ الٰہی کے تحت خطہ ارضی کے بیشتر حصوں کی سیر کی تاکہ قدیم و جدید علوم و رجحانات سے آگہی ہونے کے ساتھ ساتھ قومی و بین الاقوامی ویژن میسر آئے کیونکہ یہی خصوصیات آپ نے سائنس وٹیکنالوجی کی موجودہ صدی کی عالم گیر تجدیدی و احیائی تحریک کی قیادت میں منتقل کرنا تھیں۔ آپ کے ان اَسفار کا مقصد کبھی شیخ طریقت کی تلاش ہوتا۔۔۔ تو کبھی روحانی اسرار و معارف سے شناسائی۔۔۔ کبھی دینی علوم کا حصول ہوتا تو۔۔۔ کبھی دنیاوی علوم تک رسائی۔ آپ نے ایران کے مختلف شہروں کی سیر کی جن میں زاہدان، مشہد مقدس، نیشا پور، شہرود، بسطام، خرقان، سمنان، تہران، قم، اصفہان، شیراز قابل ذکر ہیں۔ وہاں آپ نے حافظ شیرازی، شیخ سعدی، شیخ ابو عبداللہ خفیف اور قرآن حکیم کی بے مثل روحانی و عرفانی تفسیر ’’عرائس البیان فی تفسیر القرآن‘‘ کے مصنف شیخ روز بہان بقلی شیرازی کے مزارات پر بھی حاضری دی۔ آپ بصرہ (عراق) میں سیدنا زبیر بن العوامؓ، سیدنا انس بن مالکؓ، سیدنا حضرت طلحہؓ اور امام حسن بصریؒ کے مزارات پر بھی حاضر ہوئے۔ بغداد شریف میں سیدنا غوث الاعظمؓ کی بارگاہ میں کئی بار حاضر ہوئے۔ اسی طرح کئی بار ترکی، شام میں اکابر کے مزارات کی زیارات بھی آپ کا معمول تھا۔

اوصافِ جمیلہ

فرید ملتؒ کا خمیر عشقِ رسول ﷺ سے اٹھایا گیا تھا۔ عشق ہی اعلیٰ اوصاف اور اخلاق حمیدہ کا سرچشمہ ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری فرماتے ہیں کہ قبلہ والد گرامی کو رسالتمآب ﷺ کے ساتھ اس قدر والہانہ عشق تھا کہ ہمہ وقت ماہی بے آب کی طرح تڑپتے۔ جونہی آپ سرکار مدینہ کا اسم گرامی سنتے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ زبان اس محبوب خدا کے تذکار جلیلہ سے تر رہتی۔ کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنا آپ کا وظیفہ حیات تھا۔ روزانہ تہجد کے وقت مدینہ طیبہ کی طرف رخ کرکے قصیدہ بردہ شریف پڑھا کرتے۔ اس قصیدہ کے ۱۶۰ اشعار آپ کو از بر تھے۔ عشق و مستی میں بعض اشعار کئی کئی مرتبہ دہراتے اور اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔

عشقِ رسالتمآب ﷺ اور نسبتِ مصطفوی کا اعجاز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار اخلاقی اوصاف جمیلہ سے مزین فرمادیا تھا۔ صدق و اخلاص، تسلیم و رضا، فقر و قناعت، زہد وورع، صبر و استقامت اور عبادت و ریاضت میں آپ سلف صالحین کا کامل نمونہ تھے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ کی تفصیل کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔

فرید ملت کی پوری زندگی درویشی اور فقرو استغنا کا مرقع تھی۔ ظاہر بینوں کو وہ سطح سمندر کی طرح پرسکون نظر آتے۔ گویا کار زارِ حیات کے ہنگاموں سے انہیں کوئی غرض نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں غناء قلب کے ساتھ ساتھ دردمندی و دلسوزی کی دولت بھی عطا کررکھی تھی۔ ان کے شب و روز اقبال کے اس شعر کا مصداق تھے۔

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و ساز رومی کبھی پیچ و تاب رازی

دعائے فرید

یہ کیسا درد تھا جس نے اس مرد مومن کو بے چین کررکھا تھا۔۔۔ وہ کیا غم تھا جس نے ان کے باطنی سکون کو تہ و بالا کردیا تھا۔۔۔؟ یہ درد ملت اسلامیہ کا درد تھا اس کی درماندگی، پستی اور زبوں حالی کا درد۔ اس کی کم نظری اور کوتاہ ہمتی کا درد جو انہیں اندر ہی اندر کھائے جارہا تھا۔ عشق رسالتمآب ﷺ کا یہ بدیہی تقاضا بھی تھا کہ وہ حضور ﷺ کی پیاری امت کا درد دل کی گہرائیوں میں محسوس کرتے اور اس کے مداوا کے لیے فکر مند ہوتے۔ چنانچہ ان کی زبان ذکر میں شاغل رہتی تو دل امت کی سرفرازی اور عظمت رفتہ کی بازیابی کے لئے فکرمند رہتا۔

رحمتِ دو عالم ﷺ کی امت کے ساتھ محبت، دردمندی و دلسوزی اور اخلاص بارگاہ ربوبیت میں قبول ہوئی۔ ان کے باطن سے امید کی ایک کرن پھوٹی جس نے ایک زندہ تمنا عطا کرکے ان کے دل کو گرمادیا۔ اس روشنی نے ان کی دعاؤں اور میدان عمل کو ایک نئی جہت عطا کردی اور پھر وہ عرضِ تمنا کے لئے 1948ء میں حرم کعبہ میں حاضر ہوئے اور مقام ملتزم پر غلاف کعبہ کو تھام کر بارگاہِ ربوبیت میں ایسے فرزند کی دعا کی جو امت مسلمہ کے حوالے سے ان کے خوابوں کی تعبیر بن سکے۔

مقامِ ملتزم پر غلافِ کعبہ کو تھامتے ہوئے آنسوؤں کی برسات میں دل کی تمنا زبان سے دعا بن کر نکلنے لگی:

’’باری تعالیٰ! ایسا بچہ عطا کر جو تیری اور تیرے دین کی معرفت کا حامل ہو۔۔۔ جو دنیا اور آخرت میں تیری بے پناہ عطا و رضا کا حق دار ٹھہرے۔۔۔ اور فیضانِ رسالت مآب ﷺ سے بہرہ ور ہوکر دنیائے اسلام میں ایسے علمی وفکری اور اخلاقی و روحانی انقلاب کا داعی ہو جس سے ایک عالم متمتع ہوسکے‘‘۔

تو اس بارگاہ بے کس پناہ سے کعبہ شریف میں کی گئی دعا کو نویدِ قبولیت عطا ہوئی اور اس نوید کا نام ’’محمد طاہر‘‘ تجویز ہوا۔

وہ محمد طاہر آج پورے عالم کے سامنے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے نام سے رحمتِ دو عالم ﷺ کی نوید کی زندہ تعبیر ہے اور قومی اور بین الاقوامی سطح پر پسی ہوئی ملت اسلامیہ کے درد کی آواز بن کر باطل، استحصالی اور اسلام دشمن قوتوں کے بالمقابل اپنی شبانہ روز جدوجہد میں مصروفِ عمل ہے۔

فرزند ارجمند کی تربیت کا خصوصی اہتمام

حضرت فرید ملت اپنے وقت کے صوفیاء کی جماعت کے فردفرید تھے۔ بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے خوشخبری ملنے کے بعد تو انہوں نے زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے خوابوں کی تعبیر کے لئے وقف کردیا۔ حضرت فرید ملتؒ جس خزینہ معرفت سے

اللہ تعالیٰ کے خصوصی لطف و کرم کے ذریعے فیض یاب ہوکر روحانیت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوچکے تھے۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ یہ دولتِ عظمیٰ ان کے فرزندِ ارجمند کو بھی نصیب ہو، اس لیے انہوں نے محمد طاہر کو بچپن سے ہی اپنی نگرانی میں باقاعدہ اور مسلسل تربیتی مراحل سے گزارا۔ اپنی صحبت و تربیت کے زیر اثر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق و محبت، دینِ اسلام کی چاہت و رغبت، روحانی اعمال کے ساتھ قلبی لگاؤ، یہ تمام چیزیں بچپن ہی سے ان کے اندر راسخ کردی تھیں۔

انہوں نے امتِ مسلمہ کو ایک مسیحا اور جاندار قیادت مہیا کرنے کے لئے اپنے جذبِ دروں اور علم و دانش کی تمام تر صلاحیتوں کو صرف کر ڈالا۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں کہ جب عشق اور دانش ایک دوسرے کے معاون بن جائیں تو ایک نئی دنیا عالم وجود میں لا سکتے ہیں۔

عشق چوں بازیر کی ہم برشود
نقشبندِ عالمِ دیگر شود

سو ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ نے ملتِ اسلامیہ کو ایسی قیادت مہیا کرنے کے لئے اپنی زندگی کے شب و روز جس طرح گزارے وہ ایک الگ ولولہ انگیز اور ایمان افروز داستان ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مستقبل کا مورخ یہ فیصلہ کرنے میں ذرا بھر تامل نہیں کرے گا کہ ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ تائید ایزدی اور رحمت دو عالم ﷺ کی نظرِ کرم سے اپنے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور اپنے عشق اور دانش سے ایک نیا عالم تخلیق کرنے میں کامیاب رہے۔

حضرت فرید ملتؒ کی شخصیت ہمارے لیے آج بھی ایک مینارۂ نور ہے۔ آپ کا کردار اور تعلیمات ہمارے جذبہ علم و عمل کے لیے مہمیز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کو خراج تحسین پیش کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس منزل کے حصول کے لیے کلیتاً وقف کردیں جس کا خواب حضرت فرید ملتؒ نے دیکھا تھا اور جس کے لیے ان کے شب و روز اور سوز و گداز وقف تھے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگی کے احوال پر نظر کریں اور اُن ہستیوں کی طرف دیکھیں جو مر کر بھی زندہ ہوگئیں اور جنہیں بارگاہ الٰہی میں کامرانی نصیب ہوئی۔

ہمیں یہ عہد کرلینا چاہیے کہ ہم بھی اپنی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔ یہ رضا اُس وقت تک میسر نہیں آسکتی جب تک ہم اپنے آپ کو گناہوں اور رذائل سے پاک کرتے ہوئے تقویٰ، صدق، اخلاص، محبت و طاعت الٰہی اور عشق و اتباع رسول ﷺ کے نور سے منور نہیں کرلیتے۔ جب ایسا تعلق قائم ہوجاتا ہے تو ہر قدم پر آقائے دو جہاں ﷺ خود رہنمائی فرماتے ہیں۔ لہذا ہمیں اپنی اصل سے رابطہ قائم کرتے ہوئے حضرت فرید ملتؒ کی اصل آرزوئے انقلاب کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت فرید ملتؒ کی خدمات کے اعتراف میں جھنگ میں آپ کی رہائش گاہ کو فریدیہ ٹرسٹ بنایا جاچکا ہے۔ انہیں خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر ''فرید ملتؒ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ'' قائم کیا گیا ہے جہاں محققین ہمہ وقت اسلام کے مختلف گوشوں پر تحقیق میں مصروف رہتے ہیں۔ شیخ الاسلام کی تمام کتب اسی انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام شائع ہوتی ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ میں ایک بے مثال لائبریری موجود ہے جہاں حضرت فرید ملتؒ کے زیر مطالعہ رہنے والی کتب کا الگ سیکشن بھی بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس گلشن فرید کو تاقیامت باثمر رکھے اور متلاشیانِ علم و حکمت کی سیرابی کا مرکز رہے۔ ❁❁❁❁❁

انتقالِ پُرملال

☆ گذشتہ ماہ محترم عبدالستار منہاجین (ڈائریکٹر منہاج انٹرنیٹ بیورو) کے والد محترم حاجی عبدالغفور قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ محترم سرفراز احمد خان (ڈائریکٹر نظامت ممبرشپ) کی ہمشیرہ انتقال فرما گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور جملہ مرکزی قائدین و سٹاف ممبران اور کارکنان تحریک نے مرحومین کے انتقال پر گہرے غم و رنج کا اظہار کرتے ہوئے مغفرت و بلندی درجات کی خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

حلقات التربية

صحیح البخاری و اِحیاء علوم الدین

اِصلاحِ اَحوال اور آدابِ زندگی

کورونا وائرس کی وباء کے دوران شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے آن لائن خصوصی لیکچرز

خصوصی رپورٹ: محمد فاروق رانا

آج اُمتِ مسلمہ اپنے زوال کی انتہاء پر ہے کیوں کہ اُس نے اصل سے اپنا تعلق اور ناطہ توڑ لیا ہے اور اپنے مقاصد بھلا کر اپنا مطمع نظر فراموش کردیا ہے۔ وہ اُمت جو شرق تا غرب علم کا اُجالا بکھیر رہی تھی، آج جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں سرگرداں ہیں۔ وہ اُمت جس نے بربنائے علم پوری دنیا پر حکمرانی کا تاج اپنے سر پر سجا رکھا تھا، آج جہالت کے سبب ذلّت آمیز محکومی و غلامی اِس کا مقدر بن چکی ہے۔ وہ اُمت جو ایک ایک گاؤں سے ہزار ہا محققین اِنسانیت کو دے رہی تھی، آج ایک اَن دیکھی وبا کے علاج کے لیے حسرت و یاس کی کیفیت میں پتھرائی آنکھوں کے ساتھ اَغیار کی طرف دیکھ رہی ہے۔ وہ اُمت کہ جس کے ایک فقیہ کو ہزار عبادت گذاروں پر فوقیت دی گئی تھی، آج بے مقصد علم اور بے حضور عبادات میں اپنا وقت کھپا رہی ہے۔ وہ اُمت جس کا اوڑھنا بچھونا علم ہوتا تھا، آج علم سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ وہ اُمت جو ہمہ وقت متحرک رہتی تھی، آج تحقیر آمیز سکون کی نشہ آور اَدویات کی رَسیا ہوچکی ہے۔ وہ اُمت جس نے کبھی اپنے خالق کی حکم عدولی نہیں کی تھی، آج خالق کی اطاعت سے گریزاں ہے۔

لیکن۔۔۔ وہ خالق اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ وہ ستر ماؤں سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔ وہ بندوں کو اپنی طرف رجوع کرنے اور اُن کی اِصلاح کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ رُشد و ہدایت کا یہ فریضہ انبیاء کرام علیہم السلام سرانجام دیتے ہیں، مگر اب چوں کہ نبوت و رسالت کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے، اس لیے اب وارثانِ اَنبیاء یعنی علماء کرام اور اللہ کے نیک اور مقرب بندے مخلوقِ خدا کو خالقِ کائنات کی طرف بلاتے ہیں اور مخلوق کا اپنے رب سے ٹوٹا ہوا تعلق جوڑنے کے اسباب مہیا کرتے ہیں۔

مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری تجدید و اِحیاے دین کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے وراثتِ اَنبیاء اِنسانیت کو منتقل کر رہے ہیں۔ علم کی یہ میراث تشنگانِ علم و حکمت تک منتقل کرنے کے لیے تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اِہتمام ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں حرمین شریفین کے بعد سب سے بڑے اجتماعی اِعتکاف کا اِہتمام کیا جاتا ہے۔ اس اجتماعی اِعتکاف میں پوری دنیا سے ہزارہا کی تعداد میں لوگ حضرت شیخ الاسلام کی معیت میں عبادت، بندگی، روزہ، تلاوتِ قرآن، قیام اللیل، اَوراد و وظائف اور ماحصل اِعتکاف شیخ الاسلام کے روحانی خطابات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

اِمسال کورونا وائرس کی وبا کے پیشِ نظر تمام تر اجتماعی سرگرمیاں منسوخ کردی گئی تھیں۔ بایں وجہ اِجتماعی اِعتکاف بھی منسوخ ہوگیا۔ کورونا وائرس کی وجہ سے عالمی سطح پر ہونے والے لاک ڈاؤن کی بناء پر اس بات کا قوی امکان تھا کہ لوگ ذہنی

☆ ڈائریکٹر، فریدِ ملتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

تناؤ کی وجہ سے ڈپریشن اور مختلف قسم کے نفسیاتی مسائل کا شکار ہوں گے، لہٰذا لوگوں کو وقت کے ضیاع اور مذکورہ مسائل سے بچانے اور اُنہیں بہترین علمی سرگرمی مہیا کرنے کے لیے شیخ الاسلام نے روزانہ کی بنیاد پر لیکچرز کا آغاز کیا۔ پہلے ’’اَیامِ خلوت اور ہماری زندگی‘‘ کے عنوان سے لیکچرز ہوئے (جن کے حوالے سے تفصیلات الگ رپورٹ میں شامل کی گئی ہیں)۔ رمضان المبارک میں اِصلاحِ اَحوال اور آدابِ زندگی کی تعلیم کے لیے ’’صحیح البخاری‘‘ اور ’’اِحیاء علوم الدین‘‘ سے **حلقات التربیة** کا آغاز کیا گیا ہے۔

بنیادی طور پر **حلقات التربیه** میں ہونے والے دروس اور اسباق ’’صحیح البخاری‘‘ سے ہیں اور پھر ان منتخبہ موضوعات کی توضیح وتشریح کے لیے امام غزالی کی کتاب ’’اِحیاء علوم الدین‘‘ کو بطور درس شامل کیا گیا ہے۔ اِن **حلقات التربیة** کا موضوع علمی وفنی اور اعتقادی وفقہی نوعیت کے دقیق مسائل نہیں ہیں، بلکہ ان دروس کا نکتۂ اِرتکاز اخلاقی و روحانی تربیت اور اِصلاحِ اَحوال ہے۔ آدابِ زندگی کے بیان کو ترجیح دی گئی ہے کہ جس سے ہماری روز مرہ کی زندگی ذہنی وفکری، ایمانی و روحانی، عملی و اخلاقی اور نظریاتی اعتبار سے سنور سکے۔ بنیادی طور پر **حلقات التربیة** کے ذریعے زندگی کے مختلف گوشوں کی اصلاح مقصود ہے تاکہ عامۃ الناس کی عملی زندگی میں یہ دروس اور حلقات براہِ راست تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوں۔ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے ’’صحیح البخاری‘‘ کی مختلف کتب (main chapters) منتخب کی گئی ہیں جن میں **كتاب بدء الوحي، كتاب الإيمان، كتاب العلم، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، كتاب الأدب، كتاب الاستئذان اور كتاب التعبير** شامل ہیں، پھر ان کتب کے 410 ذیلی اَبواب (chapters) کو بھی شاملِ نصاب کیا گیا ہے۔ اِن اَبواب سے ایسی احادیث منتخب کی گئی ہیں جو براہِ راست **حلقات التربیة** کے موضوعات اور مقاصد کو address کرتی ہیں۔

حلقات التربیة کے پس منظر سے آگاہی کے بعد زیرِ نظر سطور میں ہم **حلقات التربیة** کے موضوعات اور ان میں بیان کردہ اہم نکات کا تعارف پیش کریں گے۔ اس ایک آرٹیکل میں چالیس حلقات کا اِحاطہ ممکن نہیں، لہٰذا طوالت کے خوف سے ہم اِس رپورٹ میں صرف پہلے تین لیکچرز کی کچھ تفصیل نظرِ قارئین کریں گے جو کہ ایک طرح سے **حلقات التربیة** کی اِس سیریز کا دیباچہ اور مقدمہ ہیں۔

1. صحیح البخاری سے قبل حفاظت و تدوین حدیث

29 اپریل 2020ء کو ہونے والا **حلقات التربیة** کا پہلا لیکچر درج بالا موضوع پر مشتمل تھا۔ گفت گو کا آغاز فرماتے ہوئے شیخ الاسلام نے لیکچر سیریز کی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد علوم الحدیث پر اپنی درج ذیل عربی کتب کا تعارف کرایا:

۱۔ **حكم السماع عن أهل البدع والأهواء** (مطبوعہ)

۲۔ **البيان الصريح في الحديث الصحيح** (عنقریب طباعت)

۳۔ **القول اللطيف في الحديث الضعيف** (عنقریب طباعت)

۴۔ **حسن النظر في أقسام الخبر** (عنقریب طباعت)

۵۔ **الإكتمال في نشأة علم الحديث وطبقات الرجال**

۶۔ **القواعد المهمة في التصحيح والتحسين والتضعيف عند الأئمة**

۷۔ **تاريخ وتدوين الحديث** (عنقریب طباعت)

کتب کے تعارف سے مقصود یہ تھا کہ تاریخ و تدوینِ حدیث سے متعلق علمی وفنی اَبحاث کے لیے ان کتب کی طرف رجوع کیا جائے۔ علاوہ ازیں برمنگھم (یوکے) میں ہونے والے شیخ الاسلام کے دورۂ صحیح البخاری، دورۂ صحیح مسلم، دورۂ صحیحین اور دیگر کئی دروس و خطبات میں امام بخاری اور ’’صحیح البخاری‘‘ سے متعلق فنی اَبحاث موجود ہیں جو محققین اور اساتذہ و مدرسین کی دلچسپی کا باعث ہوں گی۔ نیز 2017ء میں جامع المنہاج لاہور میں ہونے والا سہ روزہ دورۂ علوم الحدیث - جس میں پاکستان بھر سے علماء و اساتذہ اور محققین تین دن کے لیے تشریف لائے تھے- بھی علمی وفنی ابحاث کا احاطہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ایسے موضوعات ان نشستوں کا حصہ نہیں بنائے گئے، ان علوم کا ذوق رکھنے والے احباب مذکورہ کتب اور دروس کی طرف

رجوع کر سکتے ہیں۔

شیخ الاسلام نے اِس لیکچر کے مذکورہ موضوع کو زیر بحث لانے کے تین اسباب بیان فرمائے:

۱۔ پہلا سبب عوام الناس سے تعلق رکھتا ہے جو کہ علم الحدیث سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ ان میں ایک غلط تأثر پایا جاتا ہے کہ ''صحیح البخاری'' حدیث کی پہلی کتاب ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال اقدس کے کم و بیش اڑھائی سو سال بعد تالیف کی گئی۔ حدیث کی حجیت میں شک و شبہ پیدا کرنے والے یہ نکتہ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ صحیح بخاری کی تدوین سے قبل اڑھائی صدیوں میں حدیث صرف سینہ بہ سینہ روایت ہوتی رہی ہیں، تحریری صورت میں موجود نہ تھیں، اس لیے اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ حدیث نبوی کا یہ ذخیرہ سو فیصد درست ہے؟ کہیں لوگوں نے اس میں غلط باتیں شامل کرکے انہیں حدیث کا عنوان تو نہیں دے دیا؟ اس طرح تدوین حدیث کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس لیکچر میں مذکورہ اعتراض کا ردّ پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ انتخابِ موضوع کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تھوڑا بہت علم رکھنے والے ایسے افراد جنہوں نے گہرائی کے ساتھ کتب کا مطالعہ نہیں کیا، ان کا مغالطہ یہ ہے کہ صرف ''صحیح البخاری'' ہی ایک کتاب ہے جس میں احادیث صحیحہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو ''صحیح البخاری'' میں ہے، اسے مانیں گے اور جو اس میں نہیں ہے، اسے نہیں مانیں گے۔ یا وہ اتنی نرمی پیدا کرتے ہیں کہ ''صحیح البخاری'' اور ''صحیح مسلم'' دو ایسی کتب ہیں جن میں صحیح احادیث دستیاب ہیں۔ اس لیے جو کچھ ان دو کتب میں ہے، اسے قبول کرتے ہیں اور جو ان دو کتب سے باہر ہے، وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ حالاں کہ یہ ایک بہت بڑا مغالطہ ہے جس سے گمراہی پیدا ہوتی ہے اور یوں دینِ متین کا 90 یا 95 فیصد حصہ مسترد کیا جاتا ہے۔

۳۔ اسی تناظر میں انتخابِ موضوع کا تیسرا سبب اہلِ علم اور ایسے افراد سے متعلق ہے جو مذکورہ بالا دو اعتراضات کے مرتکب نہیں ہوتے، لیکن وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اگر صحیح احادیث دیگر کتب میں بھی ہیں بلکہ صحیح البخاری سے قبل بھی احادیثِ صحیحہ کے مجموعے موجود تھے تو صحیح بخاری کو کتبِ حدیث میں کیا اہمیت، انفرادیت اور امتیاز (significance) حاصل ہے جو دیگر کتبِ حدیث کو نہیں ہے۔

اس تمہیدی گفت گو کے تناظر میں شیخ الاسلام نے بالترتیب تمام نکات پر سیر حاصل گفت گو فرمائی اور مذکورہ اِشکالات کو اِتنے اَحسن انداز سے رفع فرمایا کہ جیسے کوئی شکوک وشبہات تھے ہی نہیں۔

مختصراً یہ کہ اس لیکچر میں درج ذیل نکات بالتفصیل زیر بحث لائے گئے اور اس حوالے سے وارِد ہونے والے تمام سوالات کے شافی جوابات مہیا فرمائے گئے:

☆ صحیح البخاری سے پہلے حدیث کی 500 سے زائد کتب اور صحائف موجود تھے۔

☆ صحیح البخاری سے پہلے عہدِ صحابہ تک حفاظتِ حدیث میں کبھی خلا نہیں رہا۔

☆ عہدِ رسالت مآب ﷺ سے لے کر اِمام بخاری تک لاکھوں احادیث ہر دور میں محفوظ رہیں۔

☆ امام بخاری کی طرح دیگر سیکڑوں ائمہ لاکھوں احادیث کے حافظ تھے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اَحادیثِ نبوی کی بھی حفاظت اُسی طرح فرمائی جیسے قرآن مجید کی حفاظت فرمائی۔

2. ہر صحیح حدیث صحیح البخاری میں درج نہیں

30 اپریل 2020ء کو ہونے والا حلقات التربیۃ کا دوسرا لیکچر درج بالا موضوع پر مشتمل تھا۔ اس میں ''صحیح البخاری'' کے تعارف کے دوسرے پہلو پر تفصیلی گفت گو کی گئی کہ ''صحیح البخاری'' کی ہر حدیث صحیح ہے، مگر ہر صحیح حدیث اِس میں درج نہیں کیوں کہ یہ صحیح احادیث کا مختصر مجموعہ ہے۔ امام بخاری نے 1000 سے زائد شیوخ سے احادیث حاصل کیں۔ اُنہوں نے اپنی

’’الصحیح‘‘ کو مرتب کرنے میں 16 سال لگائے۔ آپ کو 6 لاکھ احادیث حفظ تھیں اور ان 6 لاکھ محفوظ احادیث میں سے چناؤ کرکے آپ نے اِس ’’الصحیح‘‘ کو مرتب کیا ہے۔

’’صحیح البخاری‘‘ میں مذکور روایات کا کل عدد 7,397 ہے جو کہ تکرار کے ساتھ ہے۔ اس میں متعلقات اور متابعات شامل نہیں ہیں۔ اگر دلائل و شواہد کے طور پر آنے والے توابع (احادیث کے وہ چھوٹے چھوٹے حصے جو تراجم الابواب کے اندر لائے گئے ہیں) کو بھی شامل کرلیا جائے تو احادیث کا عدد 9,082 بن جاتا ہے۔ جب کہ وہ تمام احادیث جو موصولہ متون کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ سے مروی ہیں، ان کا کل عدد تکرار کے بغیر 2,761 ہے۔ اگر اس میں صحابہ کرام ﷢ کے آثار اور تابعین کے اقوال کو بھی شامل کرلیں تو احادیث نبویہ، آثارِ صحابہ اور اقوال تابعین کا کل عدد 4 ہزار بنتا ہے۔ گویا ’’صحیح البخاری‘‘ میں احادیث مبارکہ تین ہزار سے بھی کم ہیں۔ حالاں کہ امام بخاری خود فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔ غیر صحیح سے مراد موضوع یا من گھڑت روایات نہیں ہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ احادیث امام بخاری کی طے کردہ شرائطِ صحیح پر پورا نہیں اترتیں۔ لہٰذا اگر صرف ایک لاکھ صحیح احادیث کو ہی لے لیں تو بقیہ 97 ہزار احادیث کہاں گئیں کیوں کہ امام بخاری تو ’’صحیح البخاری‘‘ میں صرف 2,761 احادیث لائے ہیں۔

امام بخاری نے بڑی اہم بات فرمائی ہے کہ میں نے یہ اہتمام کیا ہے کہ میری کتاب الجامع الصحیح میں کوئی ایک حدیث بھی ایسی درج نہ ہو جو صحیح نہیں۔ یہ قول اتنی قطعیت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ اِس پر اگر کوئی شخص حلف بھی اُٹھالے تو اُس کا حلف درست ہوگا۔ مگر ساتھ ہی امام بخاری نے یہ بھی فرمایا کہ میں ایک مختصر کتاب تیار کر رہا تھا، لہٰذا خطرہ تھا کہ کہیں یہ طویل نہ ہوجائے، اس لیے طوالت سے بچنے کے لیے میں نے ہر صحیح حدیث کو اس میں درج نہیں کیا۔

المختصر! شیخ الاسلام نے ’’صحیح البخاری‘‘ میں وارد شدہ احادیث کے عدد اور درجہ سے متعلق تمام اشکالات کو رفع کیا۔ اِضافتاً اس حلقہ میں درج ذیل نکات بھی زیرِ بحث لائے گئے تھے:

☆ صحیح البخاری کے علاوہ بھی ہزار ہا احادیثِ صحیحہ ہیں۔

☆ امام بخاری سے پہلے سیکڑوں ائمہ حدیث کے پاس اَحادیثِ صحیحہ کے ذخیرے تھے۔

☆ صحیح البخاری کی احادیث درجۂ صحت میں سب سے بلند ہیں۔

☆ امام بخاری کا فرمان: میں نے احادیثِ صحیحہ میں مختصر تیار کی ہے۔

☆ امام بخاری کے سیکڑوں شیوخ اور ائمہ حدیث اَحادیثِ صحیحہ کے حاملین تھے۔

☆ صحاح ستہ کے علاوہ درجنوں کتب میں اَحادیثِ صحیحہ کا ذخیرہ موجود ہے۔

☆ امام بخاری کے فرمان میں مذکور حدیثِ صحیح اور غیرِ صحیح سے کیا مراد ہے؟

☆ حدیثِ صحیح کسی ایک کتاب یا مصنف کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔

☆ حدیثِ صحیح کا مدار کسی مصنف یا کتاب پر نہیں، اِسناد پر ہوتا ہے۔

3. صحیح البخاری کا اُسلوب اور خصوصیات

یکم مئی 2020ء کو ہونے والا **حلقات التربیة** کا تیسرا لیکچر درج بالا موضوع پر مشتمل تھا اور اس میں زیرِ بحث نکات کا اِجمال کچھ یوں ہے:

☆ امام بخاری نے اپنی کتاب کی توثیق کن ائمہ کرام سے کرائی؟

امام بخاری نے 16 سال کی مدت کے بعد جب اپنی کتاب ’’صحیح البخاری‘‘ مرتب کی تو اپنے تین اساتذہ امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام علی بن المدینی کو پیش کرکے ان سے توثیق کروائی۔ جب انہوں نے ایک ایک حدیث کو verify کر دیا تو پھر آپ نے اُنہیں اپنی کتاب میں درج کیا۔

☆ امام بخاری کی ’’الصحیح‘‘ کے علاوہ دیگر ضخیم کتبِ حدیث

امام بخاری کی معروف کتب 24 ہیں جن میں سے ایک ’’جامع الکبیر‘‘ ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ امام بخاری نے تقریباً ایک لاکھ صحیح احادیث اس میں درج کی تھیں اور ان سے حسبِ ضرورت باقی کتب میں لیتے رہے۔ آپ کی ایک ضخیم کتاب ’’المسند الکبیر‘‘ میں بھی ہزارہا احادیث درج تھیں۔ ’’تفسیر الکبیر‘‘ بھی آپ کی کتاب ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی ایک کتاب ’’المبسوط‘‘ بھی ہے۔ ان کتب میں امام بخاری سے مروی لاکھوں احادیث درج ہیں۔

☆ امام بخاری نے خود ’’الجامع الصحیح‘‘ کے ہزارہا نسخے تیار فرمائے۔

☆ امام بخاری نے تدوینِ حدیث میں کون سے نئے طریقے متعارف کروائے؟

☆ ’’صحیح البخاری‘‘ کی ندرت اور اِنفرادیت کیا ہے؟

☆ صحیح البخاری کے تراجم الابواب کی خصوصیات کیا ہیں؟

☆ صحیح البخاری اور فقہ البخاری

☆ صحیح البخاری کے اُسلوب میں جدّت اور جامعیت

☆ الغرض! امام بخاری نے صحیح البخاری میں صرف احادیث کو جمع نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی کتاب میں 100 کے قریب books بنائیں یعنی کئی subject کے مجموعے کو کتاب کا نام دیا اور پھر ہر کتاب کے اندر کئی chapters قائم کیے ہیں۔ اس میں 100 کے قریب کتب اور 4 ہزار تک ابواب (chapters) ہیں۔ جب کہ احادیث کی تعداد 3 ہزار سے بھی کم ہے۔ یوں ابواب کی تعداد احادیث سے بھی زیادہ ہے کیوں کہ ایک ایک حدیث repeat ہو کر اپنے موضوعات کے تناسب سے کئی کئی ابواب میں شامل ہوئی ہے۔ امام بخاری سے پہلے یہ طریقے کسی اور نے اختیار نہیں کیے۔

المختصر! امام بخاری نے احادیث سے مطالب اور فوائد، ان کے نمایاں مقاصد، ان میں وارد ہونے والے احکام اور ادب، اخلاق اور عقیدے کے ثابت ہونے والے مختلف پہلوؤں کو اخذ کر کے ان کے ابواب بنا دیے ہیں۔

امام بخاری نے اپنی کتاب میں حدیث سے متعلقہ آیاتِ قرآنیہ کو بھی جمع کیا ہے۔ یہ اُسلوب صحیح البخاری سے قبل مرتب شدہ کتب حدیث میں نہیں تھا۔ امام بخاری کے بعد آنے والے ائمہ نے اس اُسلوب کو امام بخاری کی تقلید کرتے ہوئے اختیار کیا ہے۔ شیخ الاسلام نے بھی اپنی کم و بیش چھوٹی بڑی 200 سو کتب حدیث میں یہی اُسلوب اپنایا ہے کہ ہر موضوع پر پہلے آیاتِ قرآنیہ اور پھر احادیث نبویہ درج کرتے ہیں۔

الغرض! شیخ الاسلام نے ’’صحیح البخاری‘‘ سے متعلق انتہائی نادر نکات بیان فرمائے جو اس سے قبل بیان نہیں ہوئے۔ یوں آپ نے امام بخاری کی عظمت و سطوت کو چار چاند لگا دیے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ امام بخاری کو حدیث کے باب میں بہت بلند رتبہ حاصل ہے۔ آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث بھی کہتے ہیں۔ آپ حدیث، جرح و تعدیل، اسماء الرجال، علم الحدیث اور رُوات کو پرکھنے کے حوالے سے امام مطلق تھے۔ امام بخاری جیسا ذہین قابل محقق تاریخ نے پیدا نہیں کیا۔ امام بخاری استاذ الاساتذہ تھے، امام الائمہ تھے، شیخ المحدثین تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مسلم نے آپ کے ماتھے کو بوسہ دیکر یہ عرض کیا: اے سید المحدثین! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے قدم چوم لوں۔ مگر امام بخاری نے تواضعاً اجازت نہیں دی۔

اللہ رب العزت نے ان کی اس کاوش کو یوں شرفِ قبولیت بخشا کہ آج پوری دنیا میں صحیح البخاری شریف حدیث پاک کی سب سے بڑی اونچی سند تصور کی جاتی ہے۔

حلقات التربیة کے پہلے تین لیکچرز کا خلاصہ ان صفحات میں مختصراً بیان کر دیا گیا ہے۔ تفصیلات کا احاطہ یہاں ممکن نہیں، لہٰذا ان علمی مجالس سے استفادہ کی بہترین صورت یہی ہے کہ **حلقات التربیة** کے زیرِ عنوان انعقاد پذیر ان لیکچرز کو بار بار سنا جائے اور انہیں اَزبر کر لیا جائے۔ صرف بایں صورت ہم اِن سے کما حقہ اِستفادہ کر سکتے ہیں۔

اِن شاء اللہ! آئندہ شمارہ میں **حلقات التربیة** کی اگلی اَقساط کی رپورٹ شاملِ اِشاعت کی جائے گی۔

ایامِ خلوت اور ہماری زندگی

Anger Management

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ''وقت: اہمیت اور قدر و قیمت''، ''انفاق فی سبیل اللہ'' اور ''غصہ کے اسباب اور علاج، غصہ ضبط کرنے کے طریقے اور فوائد، غصہ اور بدگمانی اور غصہ کے نقصانات'' کے موضوعات پر 17 لیکچرز دیتے ہوئے ملت اسلامیہ اور انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا

محمد فاروق رانا

دنیا عالمِ اَسباب ہے۔ یہاں ہر مسئلہ اور مصیبت کا کوئی نہ کوئی سبب ہے اور اُس کا حل بھی اِسی عالمِ اَسباب سے میسر آتا ہے۔ آج دنیا کورونا وائرس جیسی مصیبت سے نبرد آزما ہے۔ فی الحال اس کے پھیلاؤ کا سبب تو معلوم ہے لیکن اس سے بچاؤ کے اَسباب میسر نہیں ہیں۔ لیکن قوی اُمید ہے کہ اِن شاء اللہ جلد اس کا حل بھی نکل آئے گا۔ کورونا وائرس کے مضمرات میں سے ہے کہ یہ مسئلہ اپنے ساتھ کئی دیگر مسائل کو بھی جنم دے رہا ہے۔

کورونا وائرس (Covid-19) کے باعث کاروبارِ زندگی معطل اور نظامِ زندگی مفلوج ہو چکا ہے۔ عالمِ اِنسانیت کو اِس کی بنا پر جو اَہم مسائل درپیش ہیں اُن میں سب سے بڑا مسئلہ وقت کے صحیح اِستعمال اور اسے مفید بنانے سے متعلق تھا۔ سوال یہ تھا کہ فارغ وقت کیسے گزارا جائے؟ لوگ social distancing میں خود کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیے ہوئے ہیں، کاروبارِ دنیا بھی بند ہے اور گھروں میں بیٹھنے کی وجہ سے وقت کی فراوانی بھی ہے۔ لیکن اس وقت کا بہترین مصرف کیا ہو؟ آج سے تین ماہ قبل جب پاکستان میں بھی اس وائرس نے اپنے پنجے گاڑنا شروع کیے تو پاکستانی قوم کو اِحساس ہوا کہ اِس نامراد مرض کی ویکسین تاحال ایجاد نہیں ہوئی۔ قبل ازاں مختلف ممالک میں کورونا وائرس اپنی تباہی پھیلا رہا تھا اور پاکستانی قوم اس کا تمسخر اُڑانے میں مصروف تھی۔ اِس صورت حال میں پاکستانی قوم کو بھی quarantine اور isolation جیسے الفاظ سے شناسائی ہوئی۔ وقت کے صحیح استعمال کا مذکورہ مسئلہ یہاں بھی درپیش تھا، لیکن اگر بادی النظر میں دیکھا جائے تو پاکستانی قوم کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا، کیوں کہ یہاں سب سے سستی شے وقت ہی تو ہے۔

لیکن اَہلِ علم ہر شے کو مختلف زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کے عواقب و مضمرات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اپنا لائحہ عمل ترتیب دیتے اور دوسروں کو بھی راہ نُمائی فراہم کرتے ہیں۔ اِس آفت کے نزول کے وقت بھی ایسا ہوا کہ مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے ملک و قوم اور اِنسانیت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں اِس وبا سے نبٹنے کے مفید اُصول فراہم کیے، جن کی تائید آج کی میڈیکل سائنس بھی کرتی ہے۔ شیخ الاسلام نے اِبتداءً ''کورونا وائرس اور نبوی اِقدامات و اَحکامات'' کے موضوع پر اُردو اور انگریزی میں دو لیکچرز دیے کہ جن میں واضح طور پر قرآن و حدیث سے اَخذِ فیض کرتے ہوئے راہ نُمائی فراہم کی کہ اس وبا سے نجات کا واحد حل social distancing ہے؛ یعنی اِحتیاط، اِحتیاط اور صرف اِحتیاط۔ پھر آپ نے کورونا وائرس اور لاک ڈاؤن

☆ ڈائریکٹر، فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

کے موضوع پر بھی گفت گو فرمائی اور اِنتہائی مفید اور قابلِ عمل تجاویز و ہدایات سے نوازا۔ اِجتماعی عبادات کی بجا آوری کے مسائل پیدا ہوئے تو آپ نے ’’دورانِ وبا باجماعت نماز اور جمعہ کی ادائیگی‘‘ کے اَحکامات پر قرآن و حدیث اور کبار اَئمہ کے اَقوال کی روشنی میں لیکچرز دیے اور بڑی صراحت کے ساتھ بغیر کسی ifs and buts کے واضح طریقہ کار سے قوم کو آگاہ کیا۔ حالاں کہ اُس وقت دیگر علماء کرام اِس حکمتِ عملی سے کلی طور پر ناآشنا تھے۔ بعد ازاں جب اُنہیں حالات کی سنگینی کا اِدراک ہوا تو انہوں نے بھی وہی موقف اپنا لیا جو شیخ الاسلام روزِ اَوّل سے دنیا کو بتا رہے تھے۔

لاک ڈاؤن کے معاملے نے طول پکڑا تو شیخ الاسلام نے ’’اَیامِ خلوت اور ہماری زندگی‘‘ کے عنوان سے 17 لیکچرز کی سیریز deliver کی۔ سیریز کے آغاز میں غرض و غایت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

’’وقت کی فراوانی اور فراغت کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اِسے دیکھنے کے کئی زاویے ہیں۔ اِس کے ساتھ کئی داخلی اور خارجی مشکلات اور مسائل پیدا ہوں گے۔ اُن میں کچھ مسائل ایسے ہوں گے جنہیں حکومتوں نے address کرنا ہے اور وہ اپنے مالی وسائل اور دست یاب ذرائع کی روشنی میں کریں گی۔ وہ حصہ اس سیریز کا موضوع نہیں ہوں گے۔ اِسی طرح کچھ issues سوسائٹی کی ذمہ داری بن جاتے ہیں کہ وہ انہیں address کرے۔ یعنی مشکلات میں گھرے اَفراد کی مدد کرنا معاشرے کے دیگر طبقات کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جب کہ ان مسائل کے تیسرے حصے کا تعلق فرد سے ہے کہ جس میں نہ حکومتوں کا عمل دخل ہے اور نہ ہی اَفرادِ معاشرہ کا۔ فرد نے ان مسائل کو اَز خود حل کرنا ہوتا ہے اور انہیں حل کرنے کے لیے ایک خاص قسم کے mindset کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کا تعلق ذہنی وفکری ساخت کے ساتھ ہوتا ہے کیوں کہ یہ ایک اندازِ فکر اور زاویہ نگاہ ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی مسئلے اور given situation کو آپ دیکھتے ہیں۔ ایک ہی situation اور مسئلہ ہے، اُس کو دو مختلف آدمی دیکھتے ہیں اور کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ دونوں کا زاویہ نگاہ مختلف ہو تو وہ situation دونوں پر الگ الگ اثرانداز ہوتی ہے۔ ممکن ہے ایک آدمی اُس situation میں نقصان اُٹھائے اور پریشان ہو اور ممکن ہے کہ دوسرے شخص کے لیے وہی situation نقصان دہ ثابت نہ ہو اور وہ بغیر نقصان اُٹھائے اُس میں سے گزر جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک تیسرا شخص اُسی situation میں نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو نقصان سے بچا لے بلکہ اُس سے نفع بھی اُٹھا لے۔ یعنی بہتری اخذ کرتے ہوئے اُس میں سے بھلائی کا راستہ نکال لے۔‘‘

لاک ڈاؤن کی پیش آمدہ اس situation میں فرد کے مسائل اور اُن کے حل کے تناظر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ’’اَیامِ خلوت اور ہماری زندگی‘‘ کے موضوع پر 17 لیکچرز دیے۔ ابتدائی چند لیکچرز تمہیدی گفت گو پر مشتمل تھے جب کہ چار لیکچرز ’’وقت: اَہمیت اور قدر و قیمت‘‘ کے موضوع پر ہوئے جن میں آپ نے یہ باور کرایا کہ وقت سب سے قیمتی شے ہے۔ یہ ہماری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے جسے ہم بے دریغ ضائع کردیتے ہیں۔ دنیا کی ہر شے کھونے کے بعد حاصل کی جاسکتی ہے، جیسے صحت نہ رہے تو علاج معالجے کے بعد بندہ دوبارہ صحت مند ہوجاتا ہے، پیسہ نہ رہے تو محنت کرکے دوبارہ کمایا جاسکتا ہے؛ مگر وقت ایک ایسی نعمت ہے جسے کسی صورت بھی دوبارہ پلٹایا نہیں جاسکتا۔

دو لیکچرز میں آپ کا موضوع اِنفاق فی سبیل اللہ تھا کہ جس میں آپ نے یہ باور کرایا کہ تقویٰ اور نیکی صرف ظاہری عبادات کا ہی نام نہیں بلکہ دوسروں پر خرچ کرنا اور ضرورت مندوں کے کام آنا اصل تقویٰ اور نیکی ہے۔ اِس ضمن میں آپ نے سخاوت اور کنجوسی کے موضوع پر بھی سیر حاصل گفت گو فرمائی ہے۔

اِس سیریز کا اصل crux اور climax اُن لیکچرز میں سامنے آتا ہے جن میں آپ نے Anger

Management کے موضوع پر تفصیلی گفت فرمائی اور ایسے ایسے نکات بیان فرمائے کہ جو Aid al-Qarni، Melvin ،Nick Luxmoore ،Bernard Golden Nick ،Colette A. Frayne ،L. Fein Hrepsime Gulbenkoglu ،Hagiliassis اور Eva Selhub جیسے معروف لکھاریوں سے بدرجہا بہتر، بلیغ، قابلِ عمل اور واضح تھے۔ مغرب میں anger and stress management پر ہونے والی تحقیقات میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے، شیخ الاسلام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک ایک جزو پر جامع تفصیلات فراہم کر دی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اِسلام نے انسانی زندگی کا کوئی گوشہ بھی تشنہ نہیں چھوڑا جس پر مکمل راہ نُمائی نہ دی گئی ہو۔ Anger Management پر ہونے والے لیکچرز کے موضوعات کے تنوع سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ گفت گو کتنی جاندار، محققہ اور حقیقی زندگی کے مسائل سے قریب تر ہوگی۔ ذیل میں موضوعات کا اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

1۔ غصہ کیا ہے؟

2۔ غصہ: اَسباب اور علاج

3۔ غصہ ضبط کرنے کے فوائد

4۔ غصہ ضبط کرنے کے طریقے (اَحادیثِ نبوی کی روشنی میں)

6۔ غصہ اور بدگمانی

7۔ غصہ کے نقصانات

محترم قارئین! anger management کے حوالے سے مذکورہ موضوعات میں تمام تر تفصیلات اور جزئیات کا اِحاطہ کیا گیا ہے کہ جو جو پہلو انسانی زندگی کے اِس گوشے سے متعلق ہوسکتے ہیں، انہیں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ ان موضوعات کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ غصے کے اَسباب اور علاج بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے بطور medicine تقریباً 14 حل بتائے ہیں۔ اگرچہ یہ روحانی دوائی (spiritual medicine) ہے لیکن ساتھ ہی آپ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ ”ہمارے ہاں ایک روایتی approach ہے کہ بچہ غصّہ بہت کرتا ہے، لیکن نہ ہم اس کے اَسباب کا تجزیہ کرتے ہیں اور نہ اُن اسباب کو address کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ نہ کسی سے جا کر سیکھتے ہیں کہ proper طریقے سے اُس کا کیا علاج ہوسکتا ہے؟ کیا تدابیر اِختیار کرنی چاہییں؟ ہماری behavioural changes کیا ہونی چاہییں؟ ہم اِن اُمور پر غور ہی نہیں کرتے۔ مسائل کو address کرنے کا میرا اپنا طریقہ ہے کہ اللہ رب العزت اور اُس کے رسول مکرم ﷺ نے اِس مسئلے کا علاج کیا بتایا ہے اور ماڈرن سائنس اُس کو کس طرح treat کرتی ہے۔ پھر صوفیاء کرام اور اولیاء اور صالحین عظام آتے ہیں۔ وہ بھی اُسی زمرے میں آجاتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات سے اُنہوں نے اپنی کتبِ سلوک و تصوف میں کس طرح تلقین کی ہے۔“

اِن لیکچرز کے موضوعات کا تعلق ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی کی اِصلاح سے ہے۔ فرد کی اِصلاحِ اَحوال پر زور دیتے ہوئے اِجتماعی اِصلاح کی راہ ہموار کی گئی ہے۔ کیونکہ اَفراد کا اِجتماع ہی ایک معاشرے کی تشکیل کا باعث ہوتا ہے۔ عمومی طور پر ہمارے معاشرے کی بیشتر خرابیوں کی جڑ فرد میں ضبطِ نفس کی کمی اور غصہ کی بہتات کا ہونا ہے۔ شیخ الاسلام نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے اِس core issue کو address کیا اور انتہائی آسان و سہل انداز میں عملی مثالوں کے ذریعے سمجھا دیا کہ personality development کی راہ اُس وقت ہموار ہوگی جب فرد اپنے غصے کو قابو میں رکھے گا۔ غصہ اور شخصی اِرتقاء (personality development) ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ لہٰذا فرد کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ anger اور stress کو manage کیا جائے۔ فرد ترقی کرے گا تو معاشرے کی ترقی کی راہ ہموار ہوگی اور معاشرے کی ترقی سے ہی ملک ترقی کرتے ہوئے اَقوامِ عالم میں اپنا نام روشن کرسکے گا۔

پُربی زبان میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی خدمات پر محیط ایک خوبصورت تحریر

رعنا یاسمین خان

جب تری شانِ کریمی پہ نجریا جاوت ہے
مولا ہمار جندگانی کتنے مراحل سے گجر جاوت ہے

لاکھن کروڑن درودن سلام ہمرے آقا ﷺ پر!

اے ہمرے قائد! ہمرے باوا! ہمرے میّہ! ہمرے جانان جان! ہمرے ماہی! نیا! ساگر! خوشبو گاگر! ڈھولا! بادل! برکھا! نکہت! مغزن! معون!

آج ہمار مَن ای چاہت رہا تو کہِ ہم پربی جبان مہ تُرے بارے میں اظہار کری اور دین اسلام بارے ترے خدمات کو دنیا سامنے پیش کری۔

اے ہمرے عندلیب! نایاب، گوہر، عنبرین، لطیف، ہر دل عجیج قائد!

تمہار باوا فرید ملت ڈاکٹر فریدالدّین قادریؒ آشا کرت رہا۔ اُو کے خوابا مہ ہمار آقا محمد مصطفی ﷺ آئی کے ترا نام طاہر کی بشارت دیوَت رہے۔ اُو کے خبر ہوئی گوئی کہ تو اللہ رب العجت کا مقبول، محبوب، چنیدہ اور منجور ہو۔

سلام اے ہمار دل مہ بسنن والے
سلام اے سب حسینن ما نرالے

اللہ رب العجت جب کیہو سے محبت کرے ہے تو اُو کر سب کچھ چھین کر اپنا رنگ او کے اوپر چڑھاوت ہے۔ او کے اپنی انس و جان بناوَت ہے۔ لوگن جب اُو کی طرف دیکھت ہیں، تکت ہیں تو انکر محبت ما، عشق ما گر پتھار ہوجاوَت ہیں۔ اُو وای اس خاطر ہوت ہے کہ اللہ رب العجت انکر اپنا خاص لباس پہنا دیوت ہیں۔

حضرت باقرؒ اک قول کہت ہیں کہ اگر اک ٹھہ ولی کی صحبت ما اک ٹھہ لمحہ گجار بو اوکر ثواب ایسن ہے جیسن 70 سال عبادت سے بھی بہوت افجل۔

ارے کونو انسان جانت ہے کہ اوکر عمر کنتی ہے۔ (پرنتو) لیکن آج ہم بہوت خوش نصیب ہے کہ ہم تمام کے تمام اک ٹھہ ولی کی صحبت مہ بیٹھل ہیں۔ ارے مبارک ہو ہم سبھن عبادت ما مصروف ہیں۔

تم بات کرو ہو اور ہم سب سے ملاقات کرو ہو
بس ایک نجریا مہ من گھات کرو ہو
بیٹھے ہیں سبھو سیج سجائے تورے کارن
معلوم نہیں، آج کس پہ التفات کرو ہو
جس کو بھی تکو تم تو سوغات کرو ہو

ادب روکت ہے کچھ کہت سے، پرنتو عشق کہت ہے۔ ارے بھیا! سب کچھ کہہ ڈالو

ارے ہمرے قائد! ہم تورے بارے کا کا بتیائیں

☆ قبلہ حضور! توری شفقت ما اتنی مٹھاس، سادگی اوور ایسن چاشنی ہے، ایسن حلاوت ہے کہ اپنا پرایا سبھو اِیکر محسوس کرت ہیں، کونو فرق نا ہیں ہے۔

☆ توری دریا دلی ایسن ہمالیہ جیسن ہے سبھن کے ڈول بھر بھر پلاوت ہو۔

☆ جَون بھی میلی روح تورے پاس آوت ہے سبکر میل دہل

جاوَت ہے۔

☆ کل بے چین دلن ما سکون بھرت ہو۔

☆ لوگن کو منزل کا پتہ دِیوت ہو۔

تو اساسہ ہے موری جندگی کا
تو کے کھو دوں تو ہم فقیر ہوجاؤں
میں تورا فقیر ملنگ طاہر
موہے اپنے رنگ ما رنگ طاہر
رنگ ایساؔ چڑہا، جو کبھو نہ اترے
موہے سب کہت رہیں، مست ملنگ طاہر

☆ اے مورے شمع فروزاں طاہر! ہم تمام بستیا ما جھانک کر دیکھا، کری تورے جیسا راہبر ہم کہو نہ پاوت ہیں، ہم ما کہیں نہَ ملت ہے۔

☆ توری جندگانی کا ہر لمحہ حسین ہے، تورے پاس بہُوت فہم، ادراک، شعور ہوّے۔

☆ جو نو انسان تو سے ملت ہیں، ٹُکرٹُکر تو کے تکت جاوَت ہیں، اپنے من ما تو ہے بساوَت ہیں۔

☆ تو کبھو گل یاسمین بانٹت نجر آوَت ہے۔

☆ کبھو تو غریباؔ کا ہمدم ہوَت ہے۔

☆ کبھو تُو مولا کا پرستار نجر آوَت ہے اور کبھو پرستارن کی دستگیری کرَت ہے۔

☆ ہم آج تک تو ہے دیکھ دیکھ جو نو دعا مانگت رہے سبھِن قبول ہوَت رہی۔ کا جانے کا بات ہے کونو دعا خالی نہ بھئیل۔

☆ اے مورے اعلیٰ خصلتاؔ والے پاک طاہر! ہم تو کے بہت مون موہن اوور نرالا پاوت ہیں۔

☆ توری محبت ہمارا میّہ کی میٹھی لوری جیسَن ہے۔

☆ توری آواج صویاؔ کے زخمَن کا مرہم لگت ہے۔

(کاہیں نہ ہو۔ ارے کاہیں نہ ہو) ای آواج تو جنتی آواج ہَی۔

اے مورے نفیس دلبر! بَہُوت عمدہ فراسَت والے

جی جان قائد!

☆ تمہیں حضور ﷺ کا سفیر ہو، ای اِعجاج تمہیَں کے ملا ہے۔

☆ اس مالک کا بَہُوت کرم ہے تو کے اس صدی مہ ہم دیکھَت ہیں، تو سے بات کرت ہیں، تو کے جانت ہیں۔

☆ جمانہ ای جانت ہے کہ تمہیَں چلت پھرت جِندہ جاوید اسلامک انسائیکلو پیڈیا ہو۔

☆ اے ہمرے صوا بہار، ثمر بار طاہر! تمہیَں دُرودن اور سلام کے ترانؔ سے جگ کو آباد رکھے ہو۔

☆ ہمار ابن خلدون، ابن سینا، ہمرے ابن الہیثم، البیرونی، ہمار طوسی تمہیَں تو ہو۔

☆ ارے ہَمرے شیرازی، ہمرے رُومی، ہمری مثنوی، ہمار رازی، عسقلانی، سیوطی، الف ثانی تمہیَں تو ہو۔

☆ ہم تو ہے اپنا بھلے شاہ مانت ہیں۔

☆ ہمارے شاہ لطیف، ہمرے سچل سرمت تمہیَں تو ہو۔

☆ ہمرے غازی، ہمرے شہباز قلندر تمہیَں تو ہو۔

☆ تمہیَں ہمار ابن جوزی، صلاح الدین ایوبی ہو۔

☆ ہم تورے اندر غوث الوراء کا فیض پاوَت ہیں۔

☆ تمہیَں ہمری بخاری، ہمری مسلم، ہمری نسائی ہو۔

☆ تورے اندر ہم کا کا رنگ دیکھت ہیں

☆ کبھو، سہر وردی، کبھو نقش بندی، کبھو چشتی، کبھو احمد رضا پاوَت ہیں۔

☆ تورے قادری فیض کے ہم قربان جائی۔۔۔ ارے ہم تورے گُل پہ قربان ۔۔۔ واری نیاری ہوَت ہیں۔۔۔ ای دعا مانگت ہیں:

ہمری عمر بھی تو ہے لگ جائے تو ہمرا بیڑا پار ہوئی جائے۔

قبلہ حضور!

آخر میں اس ناچیز کی ایک ہی دعا ہے کہ ہم تیرے سنگِ در جاناں پر تیری سنگت میں بیٹھے ہوں اور قیامت آجائے۔

رہے تو سلامت یونہی تا قیامت
تیری زندگانی برائے محمد ﷺ
آپ سلامت رہیں۔ تا قیامت رہیں

❀❀❀❀❀

خدمتِ علمِ حدیث اور شیخ الاسلام

حدیث نبوی ﷺ کا علم قرآنی علوم سے ہم آہنگی کے سبب افضل ہے

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ان شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے حدیث کی حفاظت و اشاعت کے سلسلہ میں گرانقدر خدمات انجام دیں

شیخ نورالحسن حفیظی☆

دینِ متین کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ قرآن مجید اور اس کی حقیقی تشریح یعنی سنتِ رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک باقی رکھنے کا سامان بھی اس نے پیدا کردیا۔ اسباب کی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جو سامان پیدا کیا ہے اس کو رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں ارشادفرمایا:

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل.

''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کا پرتو ہیں''۔

بنی اسرائیل کے انبیاء شریعت کی وضاحت و تشریح کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور یہ ذمہ داری امتِ مسلمہ کے علماء پر ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ سرکار ﷺ کی ظاہری وصال مبارکہ کے بعد سے لے کر آج تک ہر دور کے علماء نے علمِ حدیث اور شریعتِ مطہرہ کی وضاحت اور حفاظت کے لیے قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

حدیث نبوی کا علم قرآنی علوم سے ہم آہنگی کے سبب دیگر تمام علوم سے قدر و منزلت میں افضل ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہی تو قرآنی اجمال کی تفصیل ہے اور قرآنی احکام کی شرح ہے۔ یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اس علم کی ترویج کے لیے ایسے رجال کار پیدا کئے جنہوں نے مختلف ادوار میں اس علم کے نظم و ضبط کے حوالے سے شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ ان تمام ائمہ اسلام نے اپنے بعد آنے والے لوگوں کے لیے احادیث نبوی کی جمع و ترتیب کے لیے ایک صراطِ مستقیم وضع کیا اور اس طرح وہ سرکار ﷺ کی اس دعا کے مستحق ٹھہرے کہ

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے کہ جس نے میرا فرمان سنا اور اسے اچھی طرح سمجھا اور پھر اسی طرح آگے پہنچایا جس طرح اس نے سنا''۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری بھی انہی علماء میں سے ہیں جنہوں نے حدیث کی حفاظت و اشاعت کے سلسلہ میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ شیخ الاسلام علامہ زماں فرید دوراں، نابغہ عصر، رہنمائے اسرار حال و قال، شوکت سلسلہ قادریہ، صاحب تصانیف کثیرہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی علمِ حدیث میں رسائی اور اس کی پکڑ اور حدیث کو جانچنے پرکھنے کا انداز ایسا ہے کہ موجودہ دور میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے علم حدیث میں بہت کارنامے انجام دیئے ہیں خصوصاً حدیث کو باب در باب فصل در فصل رکھنا بہت بڑا کام ہے۔ خاص طور سے آپ نے جو بھی باب باندھا تو اسی موضوع کے اعتبار سے کئی کئی حدیثیں لانا بڑی کامیابی کی دلیل ہے۔

سب سے بڑا آپ کا کارنامہ یہ ہے کہ جس وقت موجودہ

☆ سری نگر۔ جموں و کشمیر

دور میں سرکار ﷺ کے گستاخ فرقہائے باطلہ حدیث پر قبضہ کرنے کی کوشش کررہے تھے اور ہر وہ حدیث جو بھی ان کے باطل عقیدے کے خلاف ہوتی اسے ضعیف یا موضوع قرار دے رہے تھے جیسا کہ شان و عظمتِ مصطفیٰ کے متعلق احادیث وغیرہ تو ایسے وقت میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مورچہ سنبھالا اور ان احادیث کو جانچا پرکھا، اس کے بعد ان پر حکم لگایا اور ان فرقہائے باطلہ کے طلسم کو چور چور کردیا۔ آپ نے انہی احادیث کے ذریعہ ان باطل کے پجاریوں کو آئینہ دکھا دیا اور ثابت کردیا کہ ضعیف احادیث پر فضائلِ اعمال میں عمل کرنا جائز ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت شیخ الاسلام کے علم حدیث میں محنت شاقہ کو قبول فرمائے اور اس علم سے ہمیں بھی نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے حضور اپنی محبتوں کا نذرانہ پیش کررہا ہوں:

گُلوں کا تازہ چمن ہے طاہر
بہارِ کوہ و دمن ہے طاہر
چمکتا درِّ یمن ہے طاہر
بہارِ کوہِ دمن ہے طاہر

خدائے واحد کی مہربانی
وہ مصطفیٰ ﷺ کی ہے اک نشانی
دلوں پہ ہے جس کی حکمرانی
نہیں ہے جس کا کوئی بھی ثانی

وہ بادشاہِ زمن ہے طاہر
بہارِ کوہِ دمن ہے طاہر
کہ اس کے چلنے میں کیا پھبن ہے
چکور شیدا فِدا ہرن ہے

بڑا نرالا وہ گُل بدن ہے
جبیں کشادہ غضب ذقن ہے

کہ رشکِ سروِ سَمن ہے طاہر
بہارِ کوہِ دمن ہے طاہر

خطاب کرتا ہے اس ادا سے
ملاتا بندوں کو ہے خدا سے
ملی ہے خیرات مصطفیٰ ﷺ سے
کہ اس کا رشتہ ہے کربلا سے

گُلِ حُسَین و حَسَن ہے طاہر
بہارِ کوہِ دمن ہے طاہر
وہ قصہ درد یوں سنائے
کہ روح و دل میں اتر جو جائے

وہ جامِ عشقِ نبی ﷺ پلائے
تو بختِ خفتہ کو بھی جگائے
خطیبِ شہرِ سخن ہے طاہر
بہارِ کوہِ دمن ہے طاہر

جو آئے گردش میں جام اُس کا
سنیں کبوتر کلام اُس کا
ہے چار سو فیضِ عام اُس کا
تمام عالم میں گام اُس کا

مجاہدِ صف شکن ہے طاہر
بہارِ کوہِ دمن ہے طاہر
ہے میرے طاھر کی شان اعلیٰ
ہے میری آنکھوں کا وہ اجالا

وہ اھلِ دل کا امامِ برحق
ہے اس کا رتبہ بلند وبالا
حفیظی کا جان وتن ہے طاھر
بہارِ کوہِ دمن ہے طاھر

❁❁❁❁❁

ایم ایس ایم کی ایگزیکٹو کونسل کا اجلاس، چیئرمین سپریم کونسل کا خطاب

نوجوان پاکستان کا محفوظ مستقبل ہیں: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

چیئرمین سپریم کونسل نے کورونا وائرس کے دوران ایم ایس ایم کے نوجوانوں کی فلاحی سرگرمیوں کو سراہا

رپورٹ: محمد احسان اللہ سنبل

مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کی سنٹرل موومنٹ ایگزیکٹو کا اجلاس مورخہ 23 اپریل کو بذریعہ ویڈیو لنک ہوا جس میں خصوصی تربیتی گفتگو چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کی۔ اجلاس میں مرکزی، زونل اور ضلعی سطح کے ذمہ داران نے شرکت کی۔ مرکزی صدر ایم ایس ایم چوہدری عرفان یوسف نے چیئرمین سپریم کونسل کو مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کی کورونا لاک ڈاؤن کے دوران جاری درج ذیل مہمات کے حوالے سے بریفنگ دی:

۱۔ ضرورت مندوں اور مستحقین میں راشن کی تقسیم اور فوڈ سپورٹ پروگرام

۲۔ ایم ایس ایم ٹریننگ کونسل کے زیر اہتمام آن لائن "التربیہ" ٹریننگ سیشنز

☆ ان تربیتی پروگرامز میں تین مختلف پہلوؤں پر تربیت کے پروگرامز جاری و ساری ہیں:

i۔ تنظیمی و انتظامی تربیت ii۔ فکری و نظریاتی تربیت

iii۔ پرسنل ڈویلپمنٹ

ان تربیتی نشستوں میں شیخ الاسلام کے "الحلقات التربیہ" کا سننا اور انہیں تحریر میں لانا بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ رمضان المبارک کے لئے جاری کیے جانے والا "سیلف پیوریفیکیشن" پلان

چیئرمین سپریم کونسل نے مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کی جاری فلاحی، تنظیمی اور تربیتی سرگرمیوں کو سراہا اور مزید جاری رکھنے کی تاکید کی۔

☆ چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے ایم ایس ایم کے ذمہ داران کو امام غزالی کی کتاب "ایھا الولد" کا تربیتی درس دیتے ہوئے فرمایا کہ

"ہر طالب علم اس وقت طالبعلم نہیں بنتا جب تک وہ کسی شیخ کا دامن نہیں تھامتا۔ ہر سلوک کی راہ پر چلنے والے طالب کے لئے ضروری ہے کہ اسے کسی شیخِ کامل کی صحبت مل جائے تاکہ وہ اس کی تربیت کر سکے، اخلاق کو اجلا کر سکے، ناپسندیدہ اخلاق کی جڑی بوٹیوں کو نکالے اور پسندیدہ اخلاق کے بیج بوتا چلا جائے۔ شیخ حاتم نے شیخ شقیق بلخی کی صحبت میں رہتے ہوئے 8 اوصاف سیکھے:

۱۔ پہلا وصف یہ کہ محبوب اور محبّ کا تعلق اتنا دائمی ہونا چاہئے کہ وہ قبر تک ساتھ جائے اور وہ محبوب اعمال صالحہ اچھے اخلاق اور نیک صحبت ہے۔

۲۔ دوسرا وصف نفس کی ناراضگی میں خدا کی رضا تلاش کرنا۔

۳۔ تیسرا وصف اپنی دنیاوی مالی جمع پونجی خدا کی راہ میں لٹانا۔

۴۔ چوتھا وصف یہ کہ عزت کا معیار حسب و نسب اور مال و دولت نہیں بلکہ تقوی ہے۔

۵۔ پانچواں وصف یہ کہ کسی کو ملنے والی نعمتوں پہ حسد نہ کرنا بلکہ اللہ کی تقسیم پر اس کا شکر ادا کرنا۔

۶۔ چھٹا وصف یہ کہ انسانوں کو دشمن بنانے کی بجائے دوست بنایا جائے اور شیطان کو دشمن بنایا جائے۔

۷۔ ساتواں وصف یہ کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے اور پیروی مال و دولت کی نہیں بلکہ اللہ کی ہے۔

۸۔ آخری وصف یہ کہ اعتماد اور توکل اللہ کی ذات پر ہو کیونکہ اس کے علاوہ باقی سب مخلوق ہے۔

چیئرمین سپریم کونسل نے فرمایا کہ جس کو اللہ کا تقویٰ مل گیا اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں۔۔۔ جس کو صدق مل گیا اس سے بڑھ کر رحمت کوئی نہیں۔۔۔ جس کو اللہ کا توکل مل گیا اس سے بڑی طاقت اور مال کوئی نہیں۔۔۔ اور جس کو نسبت شیخ الاسلام مل گئی اس سے بڑی نسبت اس دور میں کوئی نہیں۔ آپ طلبہ کے کردار پر بھی مصطفویت کی چھاپ ہو۔۔۔ آپ کے کلام پر بھی مصطفویت کی چھاپ ہو۔۔۔ آپ کی سوچ پر بھی مصطفویت کی چھاپ ہو۔۔۔ شیخ الاسلام ہماری زندگیوں میں جو انقلاب دیکھنا چاہتے ہیں وہ انقلاب عشقِ الٰہی، عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور عشقِ اولیاء کا انقلاب ہے۔ اگر یہ انقلاب ایم ایس ایم کی زندگیوں میں آ گیا تو اس معاشرے میں انقلاب آپ کے ہاتھوں ضرور برپا ہو گا۔ اس انقلاب کا آغاز آپ نے اپنی زندگیوں سے کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایم ایس ایم کی کاوشوں کو کامیاب کرے۔ آمین

آخر میں مرکزی صدر ایم ایس ایم نے چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا شکریہ ادا کیا اور یہ عہد کیا کہ ایم ایس ایم کا ہر کارکن قائد انقلاب کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگیوں میں انقلاب لائے گا۔

❁❁❁❁❁

کارکنان و تنظیمات متوجہ ہوں!

تجدید و احیائے دین، دعوت و تبلیغ حق، اصلاح احوال امت اور ترویج و اقامت اسلام کے عظیم مصطفوی مشن کے فروغ کے لئے کوشاں

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن

فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک منہاج القرآن کے مصطفوی پیغام کو اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات تک پہنچانے کے لئے

سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-111-140-140 Ext:128
www.minhaj.info Email:mqmujallah@gmail.com

اسلامک فنانس ورچوئل فورم 2020ء کے
زیر اہتمام آن لائن بین الاقوامی کانفرنس

زکوٰۃ کی رقم روزگاری کی فراہمی کیلئے استعمال کی جائے: ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

عشر، زکوٰۃ ڈیپارٹمنٹ اور سمیڈا بیروزگاروں کو کاروباری اشیاء خرید کر دے

آن لائن بین الاقوامی کانفرنس سے جسٹس (ر) مفتی تقی عثمانی نے بھی خطاب کیا

رپورٹ: رمیض حسین

اسلام توازن، اعتدال اور عدل کا دین ہے، زندگی کا کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں جس کے بارے میں قرآن و سنت میں بنی نوعِ انسانیت کو رہنمائی نہ دی گئی ہو۔ اسلام نے سیاست، معاشرت کے ساتھ ساتھ معیشت کے شعبہ پر بھی سیر حاصل رہنمائی مہیا کی ہے۔ اسلام اجتماعیت کا دین ہے جو افراد کی بجائے اجتماع کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے، اسلام نے جہاں عالم، استاد، طالب علم، سیاست دان، سپہ سالار، قاضی، کسان کیلئے حقوق و فرائض کا تعین کیا ہے وہاں صاحبِ حیثیت افراد کے لئے بھی حقوق وفرائض متعین کیے ہیں۔ اسلام کا معاشی نظام فرد کی بہبود سے عبارت ہے۔ اسلام نے تصورِ مال، تصورِ ملکیت، معاشی عدل اور حلال و حرام کی تمیز کے بارے میں صراحت کے ساتھ احکامات دیئے ہیں۔

اسلام غریبوں کی بحالی، عزت اور ترغیبِ محنت کے رہنما اصولوں سے بھی مزین ہے۔ اسلام نے ہر شہری کو معاشرتی ضمانت، راحت و سکون اور معیشت کے تحفظ کی ضمانت دی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ ایک یہودی کے پاس سے گزرے جو کہ لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا انہوں نے اسے ڈانٹا اور اس سے پوچھا کہ کس چیز نے اسے بھیک مانگنے پر مجبور کیا ہے؟ جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ کسی مجبوری کی وجہ سے بھیک مانگ رہا ہے تو حضرت عمر فاروقؓ اسے اپنے گھر لے گئے اور کچھ مال دیا اور اس سے جزیہ ختم کر دیا۔ یعنی اسلام فرد کے معاشی مسائل سے لاتعلق دین نہیں ہے، اسی لئے صدقہ و خیرات کی جگہ جگہ فضیلت بیان کی گئی ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کو شرط قرار دیا گیا ہے، اس کا مقصد ارتکاز دولت کو ختم کرنا اور لوگوں کو صاحبِ حیثیت افراد کے مال میں حصہ دار بنانا ہے۔ اسلام انسانیت کی فلاح و بہبود کا مذہب ہے اور اس میں زکوٰۃ اور صدقے کے ذریعے غریبوں، ناداروں اور حاجت مندوں کی مدد کا باقاعدہ نظام وضع کیا گیا ہے۔

زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ دی جاتی ہے اور اس کا ایک باقاعدہ نصاب ہے جبکہ صدقہ سال کے تمام دن کسی بھی مقدار میں دیا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم میں صدقات و خیرات کا ذکر کئی مقامات پر آیا ہے اور جہاں بھی صدقات، خیرات کی آیات آئی ہیں وہاں اسلامی عقائد اور عبادات کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ فرد کی معاشی بہبود کی ناگزیریت اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے ثابت ہوتی ہے کہ اصل نیکی اس میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور قیامت کے دن پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں پر اور تمام پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنے رشتہ داروں، یتیموں، غریبوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو مال دیں۔

پاکستان سمیت اسلامی ممالک میں ہر سال سرکاری سطح پر اربوں، کھربوں روپے کی زکوٰۃ جمع ہوتی ہے۔ اگر ہم پاکستان کی مثال لیں تو ہر سال 7ارب روپے سے زائد سرکاری سیکٹر

میں بنکوں کے ذریعے زکوٰۃ جمع کی جاتی ہے اور نجی سطح پر ایک ہزار ارب سے زائد زکوٰۃ کی تقسیم ہوتی ہے لیکن لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ اتنی بڑی رقم تقسیم ہونے کے باوجود پاکستان میں غربت اور بھیک مانگنا کم نہیں ہو رہا، آخر اس کی وجہ کیا ہے۔۔۔؟ یہ ایک ایسا اہم سوال ہے جس پر منہاج یونیورسٹی لاہور نے اسلامی فنانس ورچوئل فورم 2020ء کے زیر اہتمام آن لائن بین الاقوامی کانفرنس کا اہتمام کیا۔ اس کانفرنس میں منہاج یونیورسٹی لاہور کے ڈپٹی چیئرمین ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے انتہائی اہم خطاب کیا اور اعلامیہ پیش کیا جسے بے حد سراہا گیا۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر اور منہاج یونیورسٹی لاہور کے بورڈ آف گورنرز کے ڈپٹی چیئرمین ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے ''کورونا وائرس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے معاشی بحران اور اسلامک فنانس کے ذریعے اس کے حل'' کے موضوع پر اسلامک فنانس ورچوئل فورم (آئی ایف وی ایف) کے زیر اہتمام منعقدہ آن لائن بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کورونا وائرس اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے 22 کروڑ آبادی والے ملک میں 12 کروڑ افراد خط غربت کی لکیر کے نیچے جا سکتے ہیں۔ زکوٰۃ وعشر ڈیپارٹمنٹ ''سمیڈا'' سے ملکر بیروزگار افراد کو کاروباری اشیاء کی شکل میں مالی مدد دے کر موجودہ وسائل کے ذریعے 5سال میں ڈیڑھ کروڑ افراد کو برسرروزگار لا سکتے ہیں۔

انہوں نے بتایا گورنمنٹ سیکٹر ہر سال 7ارب سے زائد زکوٰۃ جمع اور تقسیم کرتا ہے اور ایک ہزار ارب روپے کی زکوۃ نجی سطح پر جمع اور تقسیم ہوتی ہے۔ گورنمنٹ کے اداروں نے زکوٰۃ کے مصارف شادی بیاہ کے اخراجات اور بلائنڈ شہریوں کی مدد کے حوالے سے جو مصارف بیان کرر کھے ہیں اول تو اس مد میں یہ رقم استعمال ہوتے ہوئے نظر نہیں آئی اور دوسرا ان غیر سنجیدہ مصارف کی وجہ سے صاحب نصاب حکومتی اداروں کو زکوٰۃ دینا پسند نہیں کرتے کیونکہ زکوٰۃ کی تقسیم کے نظام پر عام آدمی کا اعتماد نہیں ہے۔

انہوں نے کہا کہ نجی سطح پر ایک ہزار ارب روپے کی زکوۃ جمع اور تقسیم ہوتی ہے، نجی سطح پر بھی یہی ماڈل اختیار کرنا چاہیے۔ صاحب حیثیت افراد یاد رکھیں کہ زکوٰۃ کی رقم کے حصے کر کے چار یا پانچ ہزار کسی کو دینے سے کسی کی غربت ختم نہیں ہوتی، اس لئے ایک خاندان کے افراد طے کر لیں کہ وہ زکوٰۃ کی مجموعی رقم سے کسی ایک شخص کو پاؤں پر کھڑا کریں گے تاکہ وہ آئندہ سال زکوۃ لینے والوں میں سے نہیں دینے والوں میں سے ہو۔ عشر و زکوۃ کی مد میں جمع ہونے والے وسائل غربت و بیروزگاری کے خاتمے کے لئے استعمال کیے جائیں۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ کسی کو نقد رقم نہ دی جائے، اہلیت اور تربیت کے مطابق کاروباری اشیاء خرید کر دی جائیں تاکہ وسائل کا غلط استعمال نہ ہو اور جو شخص کاروبار کرے گا وہ یقینی طور پر آسان اقساط کی صورت میں لیا گیا غیر سودی قرض واپس بھی کر سکے گا۔

انہوں نے کہا کہ پبلک پرائیویٹ سیکٹر کے ذریعے بھی یہ کامیاب تجربہ کیا جا سکتا ہے اور اس مقصد کیلئے المواخات اسلامک مائیکرو فنانس اور اخوت جیسے اداروں کی مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ زکوۃ کی تقسیم کے موجودہ نظام کے ذریعے غربت کم ہوئی اور نہ زکوۃ لینے والوں میں کمی آئی اور زکوۃ کی تقسیم کے نظام پر سنجیدہ سوالات بھی موجود ہیں۔ اسلام کا معاشی تصور غربت کے خاتمے پر زور دیتا ہے۔

آن لائن کانفرنس میں جسٹس (ر) مفتی تقی عثمانی، بحرین سے شیخ ابراہیم بن خلیفہ، منہاج یونیورسٹی لاہور سے ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، کیمبرج انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک فنانس یوکے سے مسٹر جلیل علوی، ڈاکٹر بیلولال، ڈاکٹر سامی السویلیم، خالد القائد، عمان سے شمزانی حسین، مسٹر مغیث شوکت و دیگر نے حصہ لیا۔ آن لائن کانفرنس میں بینکنگ سیکٹر اور اسلامک مائیکرو فنانس کا تجربہ رکھنے والی نامور شخصیات بھی شریک تھیں۔ کانفرنس کا انعقاد اسلامک فنانس ورچوئل فورم 2020ء کی طرف سے ہوا۔ اس میں اکاؤنٹنگ اینڈ آڈیٹنگ آرگنائزیشن فار اسلامک فنانشل انسٹیٹیوشنز بحرین، منہاج یونیورسٹی لاہور، اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ جدہ، کالج آف بینکنگ اینڈ فنانشل سٹڈیز اومان شریک تھے۔

❁❁❁❁❁

تسخیرِ کائنات کے تمام دعوے دھرے رہ گئے

اے انسان تو اب بھی اپنے رب کو کارساز مان لے

نظر نہ آنے والے وائرس نے دنیا بھر کے انسانوں کی نیندیں اڑا دیں

سچے دل سے توبہ نہ کی تو یہ سرزنش شدید ردعمل میں بدل سکتی ہے

خصوصی تحریر: ڈاکٹر علی اکبر الازہری

ایک چھوٹا سا نظر نہ آنے والا وائرس۔۔۔ جس کو کرونا وائرس کہا جارہا ہے۔۔۔ اس نے دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کی نیندیں اڑادی ہیں۔۔۔ کیا ترقی یافتہ اور کیا پسماندہ۔۔۔۔ سب کے سب بے بس لاچار اور عاجز دکھائی دے رہے ہیں۔۔۔۔۔ دنیا کا نظام جیسے دھڑام سے گر گیا ہے۔

ہاں یہ اس قادرِ مطلق کی طرف سے زمیں پر بسنے والوں کو ایک سرزنش ہے۔۔۔ ایک الارم اور تنبیہ ہے۔۔۔ ایسا لگتا ہے کہ زمین والوں اور عرش والے کے درمیان دوری بڑھتی جارہی ہے۔۔۔ زمیں والوں کو اپنا خالق ومالک بھول گیا ہے۔۔۔ انسانوں پر انسانوں کے ظلم حد سے بڑھ رہے ہیں۔۔۔ خصوصاً اللہ کو ماننے والوں پر زمین تنگ ہوتی جارہی ہے۔۔۔ ہر طاقتور کمزور پر حکومت کرنے کے لیے اس سے جینے کا حق چھین رہا ہے۔۔۔ عقل کے بل بوتے پر اترانے والے انسان پر ''کرونا فورس'' بھرپور انداز میں حملہ آور ہے اور عقل وفہم رکھنے والے مطلق العنان۔۔۔ تمام تر کمالات رکھنے کے باوجود مشکل صورتحال سے دو چار ہیں اور زندگی کے دفاع میں بری طرح ناکام جارہے ہیں۔۔۔

تمام سائنسی ترقی، تسخیرِ کائنات اور حاکمیت کے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں۔۔۔ میڈیکل ریسرچ کے عالمی چیمپئن گویا اندھے بہرے اور گونگے ہوئے پڑے ہیں کہ آخر اس درد کی دوا کیا ہے۔۔۔؟ دنیا کو اپنی کالونی سمجھنے والے انگشت بدنداں ہیں کہ اب بنے گا کیا۔۔۔؟ دنیا پر حکومت کرنے کا خواب دیکھنے والی سپر طاقتیں۔۔۔ اوندھے منہ گری پڑی ہیں۔۔۔ کہ اب نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔۔۔ دنیا بھر کی سٹاک ایکسچینجز مندی کے بدترین بحران میں پھنس چکی ہیں۔۔۔

صرف یہی نہیں عرش والے نے ہر طرح کے مذاکرات کے لئے اپنے گھر کے دروازے بھی بند کر دیئے ہیں ۔۔۔۔۔۔ اور یہ بھی تاریخ میں کم کم ہی ہوا ہے۔۔۔

اب نہ عمرہ کے لئے جاسکتے ہو، نہ طواف کی اجازت، نہ مناجات کا موقع۔۔۔ کہ سعودی عرب نے غیر معینہ مدت کے لئے ویزا بند کر دیا ہے اور غیر ملکیوں کو سعودی عرب سے نکل جانے کے احکامات بھی جاری کیے جارہے ہیں۔۔۔

اے اہلِ زمین! سوچو جہاں ہر وقت انوار وتجلیات کی بارش ہوتی ہے۔۔۔ جہاں مادر زاد اندھوں کو بینائی مل جاتی ہے۔۔۔ بے اولاد جہاں سے اولاد کی بھیک مانگ کے لاتے ہیں۔۔۔ جہاں سے زندگیاں ملتی ہیں۔۔۔ جہاں سے کائناتِ ارضی کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔۔۔ آج وہاں پہ اس خوف سے کہ کہیں کورونا وبا نہ پھیل جائے۔۔۔ طواف تک رکوا دیا گیا۔۔۔ جب حجاز مقدس میں کوئی داخل ہی نہیں ہوسکتا تو باقی تو سب باتیں بعد کی ہیں۔

۔۔۔۔۔۔ اس بات کو لائیٹ نہ لو: ۔۔۔۔۔۔۔

غور کرو! پیارو غور کرو! ۔۔۔ مکہ و مدینہ میں اب باہر سے کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔۔۔ کب تک؟؟؟۔۔۔ یہ حالات پہ منحصر ہے۔۔۔ اگر ہم اب بھی نہیں سمجھے اور یونہی خود سر باغی اور نافرمان ہی بنے رہے۔۔۔ تائب نہ ہوئے۔۔۔ اللہ جل

مجدہ کے حضور توبہ نہ کی تو یہ جو ابھی ہلکی سی سرزنش ہے یہ شدید انتقام کا روپ بھی دھار سکتی ہے۔۔۔

گویا اب عرش والے سے تعلقات بحال کرنے کے لئے صدق و اخلاص کے ساتھ سچائی پر مبنی دل کی گہرائیوں سے ندامت کے آنسوؤں میں لپیٹ کر معافی نامہ بھیجنا ہوگا۔۔۔ انسان کو اپنے مالک وخالق سے معافی مانگ کر اس کی اور اس کے حبیب ﷺ کی انسانیت نواز باتیں ماننی ہوں گی۔۔۔ اسکا نظام حلال وحرام اپنانا ہوگا۔۔۔ اسکے قرآن کو سینوں سے لگانا ہوگا۔۔۔

یاد رکھو۔ اللہ پاک نے ہر وبا اور مصیبت کو انسان کے اعمال کا ردعمل قرار دیتے ہوئے قرآن میں فرمایا ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ. (الشوری، ۴۲: ۳۰)

''اور جو مصیبت بھی تم کو پہنچتی ہے تو اُس (بداعمالی) کے سبب سے ہی (پہنچتی ہے) جو تمہارے ہاتھوں نے کمائی ہوتی ہے حالاں کہ بہت سی (کوتاہیوں) سے تو وہ درگزر بھی فرما دیتا ہے''۔

ورنہ تمہارے اعمال تو ایسے ہیں کہ وہ تمہیں اس سے بھی زیادہ سزا دے۔ اس لئے ابھی بھی وقت ہے۔۔۔ اے انسان اپنے خالق ومالک سے توبہ کر لے۔۔ اس کو پہچان لے۔۔۔ اس کے در پر عاجزی کے ساتھ جھک جا کہ اسے تمہارا جھکنا ہی پسند ہے۔۔ اور یاد کر تو نے عالمِ ارواح میں اپنے خالق سے ''بلیٰ'' کہہ کر اس کی ربوبیت کا اقرار بھی کر رکھا ہے۔۔۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان ایک بے بس مخلوق ہے۔۔۔ اسے طاقت وقوت اور اختیار دینے والی ذات اللہ کی ہے۔۔۔ بس اس کا ادراک واحساس ہونا چاہیے۔

آخر پر کورونا کے حوالے سے میری ایک طویل نظم کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں:

وہ ممالک جہاں زر کے انبار تھے
تھے وسائل سے پُر، فن سے سرشار تھے
موت ان کے حواسوں پہ چھانے لگی
ان کی فرعونیت مات کھانے لگی
تجارت معیشت سبھی رک گئی
آنِ واحد میں ان کی کمر جھک گئی
دوش پر جو ہواؤں کے اڑتے رہے
اب دبک کر گھروں میں ہیں بیٹھے ہوئے
دیکھ کر اڑتے انساں کی محتاجیاں
ہوگئی رب کی عظمت ہے سب پر عیاں
تھے جو عریاں جسم وہ بھی غائب ہوئے
دیں مخالف بھی کچھ ان میں تائب ہوئے
ان سے پوچھو کہاں کھو گئیں مستیاں؟
محفل رقص میں ان کی مے نوشیاں
ہوگئی ان کی شوکت بھی اب سرنگوں
کام ان کے ہی نہ آیا ان کا فسوں
ایٹمی طاقتوں کو بھی گھائل کیا
سب کو تسخیر قدرت کا قائل کیا
تھے جو کل تک خدائی کے مسند نشیں
بستر مرگ پر ہیں اب ان کے مکیں
سکھایا ہے قدرت نے ایسا سبق
تھا گماں میں کسی کے نہ ایسا سبق

یہ کرونا ہے کیا؟ حق کا کوڑا ہے یہ
ظالموں کے سروں پر ہتھوڑا ہے یہ
غیرتِ رب کی جلوہ نمائی ہے یہ
غافلوں کے لیے راہ نمائی ہے یہ
تیری قدرت کی یارب نشانی ہے یہ
عجزِ انساں کی زندہ کہانی ہے یہ
تیری قدرت کا خالق! یہ شاہکار ہے
جابروں کے لیے غیبی تلوار ہے
دور بینوں میں یہ نظر آتا نہیں
ان کے بموں سے بھی مار کھاتا نہیں
ان کی سائنس کرونا سے بے بس ہوئی
فوج ان کی دھری کی دھری رہ گئی
جیسے فرعونِ موسیٰ ہوا غرقِ آب
دکھایا ہے رب نے انہیں بھی عتاب
اپنی فطرت پہ تیرا یہ انعام ہے
منکروں کے لیے اس میں پیغام ہے

❁❁❁❁❁

کورونا وائرس، لاک ڈاؤن اور فلاحی سرگرمیاں

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی طرف سے شہر شہر مستحقین کی مدد

گجرات، جہلم، میرپور، نارووال، ڈی آئی خان، رحیم یار خان، کراچی میں ہزاروں بیروزگار اور مزدور خاندانوں کے گھروں میں راشن پہنچایا گیا

رپورٹ: خرم شہزاد

کورونا وائرس نے پاکستان میں مارچ میں طوفان برپا کیا اور حکومت نے باقاعدہ لاک ڈاؤن کا اعلان کر دیا، اس لاک ڈاؤن کی وجہ سے یک لخت لاکھوں خاندان فاقوں کی دہلیز پر آگئے جو روزانہ کی بنیاد پر مزدوری کے ذریعے اپنے بیوی، بچوں کا پیٹ پالتے اور معاملات زندگی چلاتے تھے۔ یہ ایک بہت بڑی اور ناگہانی آفت تھی۔ حکومت کے ساتھ ساتھ ہر درد مند دل اس معاشی بحران کی وجہ سے دل گرفتہ تھا۔ پاکستان کے عوام مشکل کی گھڑی میں اپنے ہم وطنوں کی مدد کے حوالے سے دنیا بھر میں ایک خاص شہرت رکھتے ہیں۔ یہ وہ واحد قوم ہے جو صدقات و خیرات میں سب سے آگے ہے۔ الحمدللہ کورونا وائرس کی وباء کے موقع پر بھی پاکستان کے مخیّر حضرات نے دل کھول کر اپنے دکھی اور ضرورت مند بھائیوں کی مدد کی۔

تحریک منہاج القرآن ایک ایسی بین الاقوامی تحریک ہے جو علم و امن کے فروغ کے ساتھ ساتھ دکھی انسانیت کی خدمت میں بھی کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہی بلکہ فلاحی سرگرمیوں میں ہمیشہ لیڈنگ رول ادا کیا۔ 2005ء کا قیامت خیز زلزلہ ہو یا گاہے بگاہے آنے والے سیلاب اور زلزلے، تحریک منہاج القرآن کے کارکنان بالخصوص منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ان مشکل لمحات میں خدمتِ انسانیت میں ہمیشہ پیش پیش رہی ہے۔ حالیہ لاک ڈاؤن کے دوران شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے جب یہ اعلان کیا کہ مخیّر حضرات ضرورت مندوں کے لئے اپنی جیبیں اور تجوریاں کھول دیں، دوسروں کی مدد کا اور اللہ کو راضی کرنے کا اس سے بہتر کوئی اور موقع نہیں ہوسکتا تو اس اعلان اور حکم کے فوری بعد حسب روایت منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن یو کے اور منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن پاکستان متحرک ہوئے اور بلاتاخیر ہزاروں خاندانوں کے لئے پہلے مرحلے میں خوراک کا بندوبست کیا گیا۔

اس حوالے سے منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن پاکستان کے ڈائریکٹر سید امجد علی شاہ نے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن پاکستان میں یو کے کی مدد سے گجرات، جہلم، میرپور، نارووال، ڈی آئی خان، رحیم یار خان، کراچی میں 5 ہزار سے زائد مزدور اور بیروزگار خاندانوں تک ایک ماہ کا راشن ان کے گھروں کی دہلیز پر پہنچایا جبکہ پاکستان بھر کی ضلع، تحصیل اور ٹاؤن کی تنظیموں نے اپنی مدد آپ کے تحت 12 ہزار سے زائد خاندانوں کو پہلے مرحلے میں راشن پہنچایا۔ دوسرے مرحلے میں بھی اتنی ہی تعداد میں مستحقین کی مدد کی گئی۔ لاہور میں ہزاروں خاندانوں میں راشن کے ساتھ ساتھ سینی ٹائزر اور فیس ماسک بھی مفت تقسیم کیے گئے۔

اس کے علاوہ منہاج یونیورسٹی لاہور، آغوش آرفن کیئر ہوم، منہاج ایجوکیشن سوسائٹی، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، منہاج گرلز کالج اور ملک بھر کی تنظیمات اور کارکنان کی طرف سے بھی پکا پکایا کھانا روزانہ کی بنیاد پر مزدوروں میں تقسیم کیا گیا۔ اس حوالے سے منہاج یونیورسٹی کے بورڈ آف گورنرز کے ڈپٹی

چیئرمین ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، وائس چانسلر ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد، میجر سلیمان اور ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن خرم نواز گنڈاپور کی نگرانی میں مستحقین میں پکاپکایا کھانا تقسیم کیا گیا۔

اس دوران شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بھی سرپرستی فرماتے رہے، وہ روزانہ آن لائن پاکستان اور ملت اسلامیہ سے مخاطب ہوتے رہے۔ ان کا موقف تھا کہ نماز اللہ کی ناراضگی کو دور کرتی ہے اور صدقہ وخیرات سے بلائیں ٹلتی ہیں۔ انسانیت مشکل میں ہے لہٰذا ان کی مدد کی جائے، بالخصوص تاجر، دکاندار اشیاء ذخیرہ کر کے یا مہنگے داموں بیچ کر اپنے لیے ہلاکت نہ خریدیں۔ جب انسانیت پر زندگی کے دروازے محدود ہو جائیں تو صاحبِ حیثیت اور صاحبِ وسائل افراد پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ انسانیت کی مدد کے لئے اپنے مال وقف کر دیں اور ایسے حالات میں ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری کرنے والے ہلاکت کو دعوت دیتے ہیں۔ ناجائز منافع خور تائب ہو جائیں ورنہ وہ بڑی مشکل سے دوچار ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے اس دوران حکومت کی بھی رہنمائی کی اور مسلسل تجاویز دیتے رہے۔ انسانیت کی مدد کے ناطے سے ہر قسم کی سیاست سے بالاتر ہوکر انہوں نے حکومت کو صائب مشورے دیئے۔ انہوں نے ایک موقع پر یہ بھی کہا کہ اس وقت انسانیت تکلیف سے دوچار ہے لہٰذا ترقیاتی فنڈز کا رخ بھی طبی سہولیات کی فراہمی کی طرف موڑ دیا جائے اور نجی لیبارٹریاں انسانیت کی بھلائی کے لئے زیرو پرافٹ کے ساتھ کورونا ٹیسٹ کریں۔

انہوں نے اپنے 25 مارچ 2020ء کے ایک اہم خطاب میں کہا کہ عوام کسی خوف نہیں بلکہ احساس ذمہ داری کے ساتھ خود کو الگ تھلگ رکھیں۔خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ جس دن پوری قوم نے خود کو گھر تک محدود کر لیا اور طبی نقطہ نظر سے فاصلے قائم کر لیے، اسی دن کورونا وائرس کا ڈاؤن فال شروع ہو جائیگا۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ جزوی لاک ڈاؤن سے بھی کاروباری سرگرمیاں معطل ہوگئی ہیں، لاکھوں خاندان جن کی گزر بسر یومیہ اجرت پر تھی، وہ تکلیف دہ صورتحال سے دوچار ہیں اور عوامی زندگی کیلئے مشکلات کھڑی ہورہی ہیں لیکن انسانی جان کے تحفظ کیلئے اقدامات بروئے کار لانا بھی ناگزیر ہے۔

ایک تو کورونا وائرس کی آزمائش ہے دوسری آزمائش صاحب حیثیت افراد کیلئے بھی ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے مستحقین کی کس طرح مدد کرتے ہیں۔ ہمسایہ ،ہمسائے کی خبر رکھے ،صاحب ثروت حضرات عزیز و اقارب ،دوست احباب کے ساتھ جذبہ ایثار سے کام لیں اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ بانٹے اس کے ساتھ ساتھ اللہ سے بھی معافی طلب کریں، سچے دل سے مانگی گئی معافی کو اللہ رد نہیں کرتا۔ کورونا وائرس سے بچاؤ کی مہم قوم کو متحد اور مستعد کرنے کا نادر موقع ہے۔ڈاکٹر طاہرالقادری نے منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی طرف سے ملک بھر میں سینی ٹائزر لوشن تقسیم کرنے کے جذبہ ایثار پر عہدیداروں، کارکنوں کو مبارکباد دی۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ہر سال اجتماعی شادیوں کی شاندار تقریب منعقد کرتی ہے جس میں 15 سو سے زائد مہمان شریک ہوتے ہیں ،حکومتی ہدایات ملنے سے بہت پہلے احساس ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے منہاج القرآن کے مرکزی قائدین نے 15 مارچ 2020ء کو ہونے والی شادیوں کی اجتماعی تقریب کو سادہ اور مختصر کر دیا۔ دولہوں اور دلہنوں کے والدین کو الگ الگ بلا کر جہیز کا سامان ان کے حوالے کیا گیا۔ تمام مہمانوں کو ماسک پہن کر آنے اور سینی ٹائزر لوشن سے ہاتھوں کو صاف رکھنے کی ترغیب بھی دی گئی۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام شادیوں کی اجتماعی تقریب میں مسیحی جوڑے سمیت 23 جوڑے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ دولہوں کو نقدی اور گھڑیوں کا تحفہ دیا گیا۔تقریب میں خرم نواز گنڈاپور، غلام محی الدین دیوان، عابدعزیز، سید امجد علی شاہ، خرم شہزاد، ملک وزیر، ملک جہانگیر خصوصی طور پر شریک ہوئے۔اس موقع پر سید امجد علی شاہ نے منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی طرف سے بریفنگ میں بتایا کہ اب تک 28 سو سے زائد غریب بچیوں کی شادی کروائی جا چکی ہے اور جملہ اخراجات منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی طرف سے ادا کیے گئے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ہزاروں غریب طلبہ کے تعلیمی اخراجات کی مد میں بھی کروڑوں روپے کے وظائف دے رہی ہے اور یہ سلسلہ اللہ کے فضل وکرم اور مخیّر حضرات کے تعاون سے جاری ہے۔❁❁❁❁